سلسلہ مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن نمبر (۷۷)

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

الحمد للہ والمنہ کہ این رسالۂ نافعہ عجالۂ کافیہ در تحقیق احادیث حسب ارشاد فیض بنیاد حضرت حجۃ اللہ مولنا شاہ امداد اللہ صاحب فاروقی چشتی مہاجر علیہ الرحمۃ المسمیٰ

بالکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع

از افادات حقائق آگاہ معارف دستگاہ عارف باللہ مولنا حاجی حافظ محمد انوار اللہ حضرت نواب انوار اللہ خان بہادر معین المہام امور مذہبی فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ

بر طبق منظوری جناب فضیلت انتساب مولنا حبیب الرحمن خان صاحب شروانی صدر الصدور و صدر مجلس اشاعۃ العلوم

باہتمام مولوی حافظ محمد ولی الدین صاحب فاروقی امداد اللہی مہتمم مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد

در مطبع شمس الاسلام حیدرآباد بزیور طبع آراستہ گردید

تعداد جلد یکہزار — ۱۳۲۰ھ — طبع ثانی

فہرست مضامین الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد احقر العباد ابو البرکات محمد انوار اللہ بن مولوی حضرت حافظ ابو محمد شجاع الدین صاحب حیدر آبادی دکنی عفی اللہ عنہما عرض کرتا ہے کہ بفضل تعالیٰ ان دنوں مدینہ طیبہ کی حضوری کا اتفاق ہوا ایام اقامت میں خیال آیا کہ فضائل نبی کریم وحبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقدر وسع جمع کئے جائیں اور ضمن میں اوس کے بحسب مناسب مقام وہ مباحث لکھے جائیں جس کی آجکل ضرورت ہے چنانچہ قریب تیس ۳۰ جز کے لکھے گئے اور ہنوز ایک حصہ کتاب کا بھی پورا نہ ہوا تھا کہ اس بلدہ طیبہ کی مفارقت پر مجبور کیا گیا جب مکہ معظمہ پہنچا برکت حاصل کرنیکے لئے اپنے مخدوم و مطاع ہادی مراحل تحقیق و کاشف رموز تدقیق جامع شریعت و طریقت منبع حقیقت و معرفت مہبط انوار معارف لدنیہ کاشف اسرار علوم دینیہ رہنمائے سالکین مقتدائے ناسکین مولانا و مرشدنا حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قبلہ

ادام اللہ ظلالہ علی رؤس المسترشدین کو تکلیف اون اجزا کے سماعت کی دی
حضرت ممدوح نے بعد سماعت کے ارشاد فرمایا۔ مناسب ہے کہ کتاب
طبع ہونیکے پہلے وہ بحث جو متعلق حدیث ہے طبع کیجائے جس سے عام
فائدہ حاصل ہو اس لئے امتثالاً للامر وہ بحث نقل کرکے خدمت والا میں
گذرانا اور نام اوس کا **الکلام المرفوع فی ما یتعلق بالحدیث الموضوع**
رکھا حق تعالیٰ حضرت ممدوح کی توجہ کی برکت سے برادرانِ دینی کو اس
کتاب سے نفع پہونچاوے آمین۔

تیسری بحث یہ ہے کہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان بعض حدیثوں کی نسبت
جو کہا ہے کہ منکر ہیں اور آثار وضع کے اون سے نمایاں ہیں سو ایسے
تصریح اس امر کی نہیں کہ واقع میں موضوع ہیں۔ اس مقام میں مسئلہ وضع سے
متعلق ایک بحث کیجاتی ہے جس سے ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ محدثین
جس حدیث کو موضوع کہتے ہیں آیا واقع میں کسی کی بنائی ہوئی ہوتی ہے
یا صرف ظن ہوا کرتا ہے محدثین نے لکھا ہے کہ موضوعیت حدیث کی
کئی طور سے معلوم ہوا کرتی ہے کبھی راوی میں کوئی قرینہ ہوتا ہے کبھی
نفسِ حدیث میں اور کبھی خارج میں چنانچہ حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی
تقریب میں لکھا ہے ویعرف الوضع باقرار واضعہ او معنی اقرارہٖ

ـــــ دو مباحث متعلق فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علٰحدہ لکھی گئیں و بمناسبت مقام امتحانا یہ تیسری بحث درج رسالۂ ہذا کی گئی۔ ۱۲

او قرینة فی الراوی او المروی فقد وضعت احادیث یشهد بوضعها
رکة لفظها ومعانیها یعنے پہچانا جاتا ہے موضوع ہونا حدیث کا واضع کے
اقرار سے یا ایسی بات سے جو معناً اقرار ہو۔ یا اس قرینہ سے جو راوی میں ہو
یا مروی میں کیونکہ بہت سی حدیثیں ایسی بنائی گئی ہیں کہ اوس کے موضوع
ہونے پر رکاکت اس کے لفظ اور معنی کی گواہی دیدیتی ہے انتہیٰ جب
قرائن سے وضاع کذاب ہونا کسی راوی کا ثابت ہو جائے تو ہمیشہ کے
واسطے وہ شخص ساقط الاعتبار ہو جاتا ہے اور سب روایتیں اوس کی
غیر معتبر سمجھی جاتی ہیں چونکہ رجوع اس بحث کا طرف جرح وتعدیل کے ہے
اس لئے کسی قدر اوس کا حال لکھنا مناسب سمجھا گیا۔ حقیقت میں یہ بحث
بہت وسیع اور طویل الذیل ہے جسمیں بڑی بڑی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں
اجمال اوس کا یہ ہے کہ مدار جرح وتعدیل کا محدثین کے اجتہاد پر ہے۔
اسی وجہ سے ایک ہی راوی پر کسی نے جرح کی اور کسی نے تعدیل۔
اور ایک ہی صفت کسی کے نزدیک قابل جرح ہے اور کسی کے نزدیک
نہیں اکابر محدثین رحمہم اللہ نے اپنے اپنے اجتہاد کے موافق قواعد جرح
وتعدیل کے ایجاد کئے اور جزئیات کو لیکے ہر ہر شخص کے جرح وتعدیل کو
اوس پر متفرع کیا پھر عامہ محدثین نے اون کی تقلید کی اور اپنے اپنے
معتمد علیہ کے قاعدوں اور جرح اور تعدیل کو بحسن ظن مان لیا۔ چنانچہ

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو نکت میں لکھا ہے اوس سے بھی مستفاد ہے
وسبب الاختلاف فی ذٰلک انما ھو من جھۃ ان کل من رجح
اسناداکانت اوصاف رجال ذٰلک الاسناد عندہ اقوی من
غیرہ بحسب اطلاعہ فاختلف اقوالھم لاختلاف اجتھادھم
پس مثال اوس کی بعینہ ایسی ہوئی جیسے فقہائے مجتہدین علیہم الرحمۃ نے
اجتہاد سے قواعد مقرر کئے اور جزئیات مسائل کو اوس پر متفرع کیا مگر فرق
اتنا ہے کہ اکثر دلائل وشواہد فقہا کے کتاب وسنت واجماع ہیں اور اکثر دلائل
وشواہد محدثین کے تجربے ہیں مثلاً فقہا نے قاعدہ ایجاد کیا ہے الامر
للوجوب تو دلیل اوس پر آیت پیش کرینگے یا حدیث واجماع - اور محدثین نے
جو قاعدہ ایجاد کیا ہے کہ رافضی کی روایت مقبول نہیں تو دلیل اوسکی
تجربہ ہوگی اور محدثین کی نظر اسناد سے متعلق ہے جو راویوں کے سلسلہ کا
نام ہے اس لئے کہ بعد تحقیق جب کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہتے ہیں تو
مطلب اوسکا یہی ہوتا ہے کہ راوی اوس کے ضابط وعادل ہیں یا نہیں
اور فقہا کی نظر حدیث اور قرآن سے متعلق ہے اور محدثین کا مطلب اصلی
یہ ہے کہ حتی الامکان الفاظ حدیث محفوظ رہیں اور مقصود فقہا کا یہ کہ مراد
شارع کی معلوم ہوجائے کما فی المیزان وجہ اوس کی یہ ہے کہ زمانہ
صحابہ کے بعد دو قسم کی ضرورتیں پیش ہوئیں - ایک حفاظت الفاظ دوسرے

فہم معنی اور رفع تعارض جو بظاہر احادیث و آیات میں معلوم ہوتا ہے پس ظاہر ہے
کہ امر اول کے متکفل ہوئے وہ محدثین ہیں اور امر ثانی کے متکفل فقہا۔ پہلی
ضرورت کی وجہ یہ تھی کہ بے دین لوگوں نے حدیثیں بنانا شروع کر دیا تھا۔
اس لئے علماء رحمہم اللہ نے اس خرابی کے اوٹھانے کی فکر کی۔ چنانچہ
امام مسلم نے صحیح کے باب الاسناد من الدین میں قول ابن سیرین رحمۃ اللہ
کا نقل کیا ہے کہ پہلے اسناد کو کوئی پوچھتا نہ تھا۔ پھر جب فتنہ واقع ہوا
تو علماء نے حدیث بیان کرنے والوں سے پوچھنا شروع کیا کہ پہلے اپنے
رجال کو بیان کرو کہ تم نے کس سے لیا ہے اور تمھارے شیخ نے کس سے
پھر اسناد کو دیکھے پس اگر ہوتا اوسمیں کوئی اہل بدعت سے یعنے غیر اہل
سنت وجماعت تو چھوڑ دیتے اوس حدیث کو انتہی اور ابن جوزی رحمۃ اللہ
نے موضوعات کے شروع میں لکھا ہے کہ کہا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے
کہ ہم لوگ جو روایت تم سے بیان کرتے ہیں یہ نہیں ہے کہ سب کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمنے سنا ہے بلکہ بہت سی روایتیں ایسی ہیں کہ اپنے
اصحاب یعنے صحابہ سے ہم نے سنا ہے پھر آفتیں سرایت کرنے لگیں یہانتک کہ
تہمتیں واقع ہوئیں بس احتیاج ہوئی طرف اوس کے کہ عدالت راوی کی
دریافت کی جائے کما قال البراء بن عازب رضی اللہ عنہ لیس کلما
نحدثکموہ سمعناہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن حدثناہ

من اصحابنا ثم لم يزل الآفات تدب حتی وقعت التهم فاحتیج
الی اعتبار العدالۃ مقصود یہ کہ صحابہ کی کل روایتیں مقبول ہیں گو اونھوں
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اون کو نہ سنا ہو لیکن زمانۂ تابعین میں
چونکہ ہزارہا حدیثیں بننے لگیں اس لئے دریافت عدالت کی ضرورت ہوئی۔
چنانچہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات میں لکھا ہے۔ قال الحکم
سمعت حماد بن زید یقول وضعت الزنادقۃ علی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اربعۃ عشر الف حدیث الحاصل محدثین حفاظت الفاظ
کی طرف متوجہ ہوئے اور فقہا تدبر معنی کے طرف اور مقصود بھی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی قسم کا اوس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے جو
مشکوٰۃ میں ہے۔ عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظها ووعاها واداها فرب حامل
فقہ غیر فقیہ ورب حامل من هو افقہ منہ رواہ الشافعی والبیهقی
واحمد والترمذی وابوداود والدارمی۔ ترجمہ روایت ہے انس رضی اللہ
عنہ سے کہا اونھوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تروتازہ
وخوش رکھے اللہ تعالیٰ اوس بندہ کو جس نے سنی میری بات پس خوب یاد
رکھا اوس کو اور پہنچا دیا یعنے دوسرے کو کیونکہ بہت فقہا سے وہ شخص جو
اون سے حدیث لی فقیہ اور سمجھدار زیادہ ہیں۔ روایت کیا اوس کو

امام شافعی اور بیہقی اور امام احمد حنبل اور ترمذی اور ابو داؤد اور دارمی
نے انتہی یعنے ہر راوی کو فقیہ ہونا ضرور نہیں صرف حفاظت حدیث اوسکا
کام ہے۔ یہ اشارہ ہے طرف محدثین کے پھر پہونچانا اوس کا دوسرے کو
کہ غالبًا اونمیں فقیہ اور سمجھدار لوگ بھی ہونگے اشارہ ہے طرف فقہا کے
اوس سے معلوم ہوا کہ فقہا محدثین بھی ہیں اور معنی حدیث کے خوب جانتے ہیں
چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جامع کے باب ما جاء فی غسل المیت میں
فرماتے ہیں وکذلک قال الفقہاؤ ھم اعلم بمعانی الحدیث یعنے فقہا
حدیث کے معنی محدثین سے زیادہ جانتے ہیں۔ ہر چند محدثین معنی سے بھی
بحث کرتے ہیں مگر وہ مقصود بالذات نہیں بلکہ یہ ایسی بحث ہے کہ جیسے
فقہا بھی کبھی رجال سے بحث کر لیتے ہیں۔ الحاصل کام ہر ایک کا علحدہ ہے
اور اسی کی تصریح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کی ہے۔ چنانچہ قسطلانی
رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں قول اونکا نقل کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے
کیا تو چاہتا ہے کہ فقہ اور حدیث دونوں حاصل کر لے یہ کہاں ہو سکتا ہے انتہی
یعنے ہر شخص میں صلاحیت نہیں کہ دونوں میں کمال حاصل کرے اسی تقریر سے
محدثین اور فقہا کے اجتہادوں کا فرق معلوم ہوا کلام اسمیں تھا کہ محدثین نے
جو قواعد جرح و تعدیل کے مقرر کئے ہیں مدار اونکا تجربہ اور وجدان پر ہے
اسی وجہ سے اہل بدعت سے روایت لینے میں اختلاف ہے چنانچہ ابن

سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے
ابھی معلوم ہوا کہ زمانۂ تابعین میں اہل ہوا سے کسی فرقہ کی روایت نہیں
لیجاتی تھی اور طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب معلوم ہوتا ہے کہ کل اہل بدعت
سے روایت درست ہے چنانچہ مسلم شریف میں روایت ہے کہ پوچھا
سلیمان بن موسیٰ نے طاؤس سے کہ فلاں شخص نے مجھ سے اس قسم کی روایت
کی ہے مقصود یہ کہ اوس سے روایت لوں یا نہ لوں کہا اونھوں نے ان کان
صاحبك ملیا فخذ عنه یعنے جس سے تم روایت لیتے ہو اگر وہ غنی ہے تو
لے لو اوس سے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کے پاس سرمایۂ حدیث کا
زیادہ ہوا وس سے روایت لینا ہو سکتا ہے مذہب کی کچھ قید نہیں یزید
بن ہارون کا مذہب یہ ہے کہ سوائے روافض کے کل اہل بدعت سے روایت
جائز ہے چنانچہ میزان الاعتدال میں امام ذہبی نے ترجمہ ابراہیم ابن الحکم
میں نقل کیا ہے قال بن اهاب سمعت یزید بن هارون یقول تکتب
عن کل صاحب بدعة اذا لم یکن داعیة الا الرافضة فانهم
یکذبون یعنے موٴمل ابن اہاب کہتے ہیں کہ سنا میں نے یزید بن ہارون سے
کہ کہتے تھے ہر بدعت والے سے حدیث کی روایت درست ہے اگر اپنے
مذہب کی تائید میں لایا ہو سوائے روافض کے کیونکہ وہ جھوٹ کہا کرتے ہیں انتہیٰ
اور روافض سے روایت نہ لینے پر اکثر محدثین مثل امام شافعی و شریک

ابن مبارک وغیرہم رحمہم اللہ کا اتفاق ہے چنانچہ امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بضمن ترجمہ ابراہیم مذکور میزان میں لکھا ہے قال اشہب سئل مالك رحمۃ اللہ علیہ عن الرافضۃ فقال لا تکلمھم ولا ترو عنھم فانھم یکذبون وقال حرملۃ سمعت الشافعی رحمۃ اللہ علیہ یقول لم ارا شھد بالزور من الرافضۃ وقال محمد بن سعید الاصبھانی رحمۃ اللہ علیہ سمعت شریکا یقول احمل العلم عن کل من لقیت الا الرافضۃ فانھم یضعون الحدیث ویتخذ ونہ دینا یعنے اشہب کہتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ روافض سے حدیث لینے کا کیا حال ہے کہا کہ اون سے نہ بات کرو اور نہ روایت لو۔ کیونکہ وہ جھوٹ کہا کرتے ہیں اور کہا حرملہ نے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا ہے کہ رافضیوں سے زیادہ جھوٹی گواہی دینے والا میں نے نہیں دیکھا۔ اور کہا محمد بن سعید اصبہانی نے کہ سنا میں نے شریک سے کہ کہتے تھے تم جس سے ملو حدیث لے لو سوائے رافضیوں کے کہ وہ حدیث بنا لیتے ہیں اور پھر اوس کو دین ٹھیرا لیتے ہیں انتہی۔ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح میں روایت کیا کہ عبد اللہ بن مبارک علی رؤس الاشہاد کہتے تھے کہ چھوڑ دو حدیث کو عمر ابن ثابت کی کہ وہ سلف کو گالیاں

دیتا ہے انتہی فتح الباری کے مقدمہ میں لکھا ہے قال ابن العربی
فی الضحا من لم یحب الصحابة فلیس بثقة ولا کرامة
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بتقلید بعض اساتذہ کے روایت روافض کو
جائز رکھا ہے۔ چنانچہ عباد بن یعقوب اسدی اور عبد الملک بن عین
کی روایتوں کو صحیح میں داخل فرمایا جن کا حال میزان الاعتدال میں
امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سے لکھا ہے کہ وہ رافضی تھے اور سلف کو گالیاں
دیتے تھے اور صحابہ کی شان میں بے طور گفتگو کیا کرتے تھے اور عبد الملک
بن عین کو۔ ذہبی نے میزان میں اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری
میں لکھا ہے کہ وہ رافضی تھے۔ اور میزان میں عبد الرزاق بن ہمام کو
لکھا ہے کہ وہ بھی رافضی تھے اور صحابہ کی شان میں سخت بدگوئی کیا کرتے
تھے۔ عباس بن عبد العظیم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے۔ باوجود
اس کے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ فن حدیث میں
میں نے اون سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا۔ یحییٰ بن معین اون کی نسبت
کہتے ہیں کہ اگر وہ مرتد بھی ہو جاویں تو بھی اون کی حدیث کو ہم نہ چھوڑنگے
انتہی ملخصا من المیزان اور اوسی میزان میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن معین
قسم کھا کر کہتے تھے کہ احمد بن عیسی تستری کذاب ہے باوجود اس کے
امام بخاری وغیرہ محدثین رحمہم اللہ نے اون سے روایت لی ہے اور

بدعتی کی روایات میں اختلاف

اُسی میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے یہ قاعدہ ٹھیرایا ہے کہ جس کو میں نے منکر الحدیث کہا اوس سے روایت کرنا حلال نہیں پھر اونھوں نے عبد الملک بن عبد الرحمن کو منکر الحدیث کہا ہے باوجود اسکے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اون سے روایت کی ہے سوائے اس کے بہت ایسے راوی ہیں جن کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے منکر الحدیث کہا اور مسلم شریف میں اونکی روایتیں موجود ہیں۔ عبد اللہ بن جعفر جہمیت کی طرف مائل تھے اسیوجہ سے امام احمد حنبل۔ اور مسلم۔ ابو داؤد۔ رحمہم اللہ نے اونکو چھوڑ دیا ہے حالانکہ اون کی روایتوں سے صحیح بخاری بھری ہوئی ہے عمر بن نافع کی نسبت سعد کہتے ہیں کہ محدثین اون کے ساتھ احتجاج نہیں کرتے باوجود اس کے صحیحین میں اون کی روایتیں موجود ہیں۔

عقیلی۔ علی بن عبد اللہ و جعفر وغیرہ چند محدثین میں کلام کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اون سے کہا اے عقیلی کیا تمہیں عقل نہیں جو ایسے لوگوں میں کلام کرتے ہو۔ تمھاری اتباع ہم نے اس لئے کیا ہے کہ ان بزرگواروں پر جو مطاعن ہیں اون کو دفع کروگے۔ اگر ان حضرات کی حدیثیں چھوڑ دیے جائیں تو یہ نوبت پہونچ جائیگی کہ ہم لوگ دروازہ بند کرکے گھر بیٹھ رہیں خطاب موقوف ہو جائے۔ آثار منقطع ہو جائیں۔ زندیقوں کا غلبہ ہو جائے۔ دجال نکل آئے۔ کذا من المیزان

عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یحییٰ بن معین۔ اور ابن مسیب اور محمد بن سیرین اور علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے کذاب کہا ہے اور ابن ذہب بھی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہ تھے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اون کے ذکر اور اون سے روایت کرنے کو مکروہ جانتے تھے۔ باوجود اسکے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بتقلید بعض اساتذہ کے اون پر اعتماد اور اونکی روایتوں کو اپنی صحیح میں داخل کیا ہے انتہی ملخصاً من المیزان۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جن کی شاگردی پر اکابر محدثین کو فخر ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جو شیخ مشائخ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہیں یحییٰ بن معین وغیرہ محدثین کے حلقہ کو چھوڑ کر اونکی صحبت اختیار کی یہاں تک کہ اونکی سواری کے ساتھ پیدل چلتے تھے اور جب یحییٰ بن معین نے اوسمیں کلام کیا تب امام احمد نے کہا کہ اگر تم بھی اون کی سواری کے دوسری جانب چلو تو تمھیں نفع ہوگا کما نقل الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فی توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس۔ واخرج ابن عدی من وجہ اخر ان الشافعی رحمۃ اللہ علیہ لما قدم بغداد لزمہ احمد مع بغلتہ فاخلی الحلقۃ التی کان یجتمع فیھا مع یحیی بن معین واقرانہ وایضاً فیہ وروی الخطیب من طریق صالح بن احمد بن حنبل قال مشی

امام احمد کا اتباع امام شافعی

ابی مع بغلة الشافعی رحمة الله علیه فبعث الیه یحیی بن معین
یعنی یعاقبه فقال احمد لو مشیت من الجانب الآخر کان
انفع لك اور اوسی توالی التاسیس میں ہارون بن سعید کا قول نقل کیا ہے
کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وہ شخص تھے اگر پتھر کے کھم کو لکڑی کا کہہ دیتے
تو ثابت کر دیتے کما قال وقال الزکریا الساجی حدثنی ابوبکر بن
سعید ان قال سمعت ہارون ابن سعید یقول لو ان الشافعی
رحمه الله ناظر علی هذا العمود الذی من حجارة بانه من خشب
لغلب لاقتداره علی المناظرة اور اس کے سوا اونکے علم و تقویٰ
وحفظ و ورع وغیرہ فضائل پر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی روایتیں
نقل کی ہیں۔ اور امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح المغیث میں لکھا ہے
کہ محدثین اس اسناد کو سلسلۃ الذہب کہتے ہیں عن احمد عن الشافعی
عن مالك عن نافع۔ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے
کہ باوجودیکہ میں نے نسخہ موطا کا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دس بارہ
شاگردوں سے جو حفاظ حدیث تھے سنا تھا لیکن جب شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے
ملاقات ہوئی تو پھر اوسکا اعادہ کیا کیونکہ میں نے اون کو اون سبھوں سے
بہتر پایا۔ الحاصل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان اور تبحر علوم وغیرہ
فضائل پر اکابر محدثین کا اتفاق ہے باوجود اس کے امام بخاری ومسلم۔

نسائی - ابو داود - ترمذی رحمہم اللہ علیہ نے اون کے روایات کو صحاح میں داخل نہیں کیا الا نادرا - امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نشر العلمین میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین زندہ ہونے اور ایمان لانے کی حدیث کو ابن جوزی نے موضوع کہا ہے - اسلئے کہ اوس کے اسناد میں محمد بن زیاد - اور احمد بن یحییٰ محمد بن یحییٰ غیر ثقہ اور مجہول ہیں - امام سیوطی نے کہا کہ اگرچہ دارقطنی نے محمد بن یحییٰ کو مجہول کہا ہے مگر ازدی نے صرف ضعیف کہا - اور ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں لکھا ہے کہ وہ مجہول نہیں بلکہ معروف ہیں - ابو سعید بن یونس نے اون کا حال تاریخ مصر میں یوں لکھا محمد بن یحییٰ - بن محمد - بن عبد العزیز - بن عمر بن عبد الرحمن - بن عوف کنیت اونکی ابو عبد اللہ ہے وہ مصر گئے اور اون سے اسحٰق بن ابراہیم کیاس اور زکریا بن یحییٰ بغوی اور سہل بن سوادہ اور محمد بن فیروز اور محمد بن عبد اللہ بن حکم نے روایت کی اور انتقال اونکا ۲۵۰ھ ہجری میں عاشورہ کے دن ہوا - اور احمد بن یحییٰ بھی مجہول نہیں اس لئے ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ روایت کی اون سے حرملہ یحییٰ اور ابو سعید بن یونس نے جس کا ترجمہ اس قسم کا ہو اوس کی حدیث معتبر سمجھی جاتی ہے اور محمد بن زیاد ائمہ قرأت و تفسیر سے ہیں اگر وہ بھی کسی قدر ضعیف بھی ہے تو سوائے اون کے دوسرے طریقوں سے بھی روایت وارد ہے -

محمد بن یحییٰ کا احوال

چنانچہ اون طریقوں کو بھی امام سیوطی نے ذکر کیا ہے مقصود یہ ہے کہ جو لوگ مجہول ٹھیرائے گئے تھے جن کی وجہ سے حدیث موضوع قرار دیگئی تھی خود محدثین نے اونکو معروف کہا ہے اور جن وجوہ سے حدیث موضوع ٹھیرائی گئی دراصل خود قابل تسلیم نہیں۔ الحاصل راویوں کی جرح و تعدیل میں بہت کچھ اختلاف ہوا کرتا ہے ایک ہی شخص کسی کے پاس مقبول ہے اور کسی کے پاس مخدوش۔ یہ بات فن رجال سے بخوبی ثابت ہوسکتی ہے اور اسکا مدار قدمائے محدثین رحمہم اللہ کی رائے اور اجتہاد پر ہے جنھوں نے تجربہ اور وجدان سے قاعدے ایجاد کئے اور اپنے معاصرین کی جرح اور تعدیل کی چنانچہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نکت میں لکھا ہے فاختلف افق الهم لاختلاف اجتهادهم۔ پھر متاخرین نے اپنے اپنے معتمد علیہ کی تقلید کرکے ہر ایک پر حکم لگایا اور اوسی وجدان یا تقلید کی وجہ سے جس کی نسبت جو اعتقاد کیا خواہ جرح ہو یا تعدیل اوسی پر قایم رہے حالانکہ محدثین کے نزدیک مسلم ہے کہ تعدیل بعد جرح کے مفید نہیں۔ چنانچہ تدریب الراوی میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خطیب کا قول نقل کیا ہے قیل ان زاد المعدلون قدم التعدیل لان کثرتهم یقوی حالهم ویوجب العمل بخبرهم وقلة المجرحین یضعف خبرهم قال الخطیب وهذا خطأ

تعدیل بعد جرح کے مفید نہیں

ویجعل ممن تو ھمہ لان المعدلین وان کثروا لم یخبروا عن عدم ما اخبر بہ الجارحون ولو اخبروا بذالک فکانت شہادۃ باطلۃ علی نفی یعنے جو لوگ کہتے ہیں کہ معدلین اگر زیادہ ہوں اور جرح کرنے والے کم تو معدلین کا قول معتبر ہوگا سو یہ اونکی خطا ہے اس لئے کہ جو علت جرح کرنے والوں نے قائم کی ہے معدلین نے اوسکے عدم کی خبر نہیں دی اور اگر دی بھی تو وہ گواہی نفی کی ہوگی اور نفی کی گواہی باطل ہے انتہی۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ قدمائے محدثین نے اگر کسی پر جرح کی ہو اور اوسی شخص کی تعدیل متاخرین سے کسی نے کی تو یہ تعدیل تقلیداً ہوگی نہ تحقیقاً۔ اس لئے کہ اگر معدلین کو درجۂ شہود میں قائم کریں تو بھی یہ شہادت نفی کی ہوگی جو باطل ہے خصوصاً مقابلہ میں شہادت اثبات کے جو عدول نے دی ہے۔ مثلاً عکرمہ کو ابن سیرین اور یحیی بن معین وغیرہ اکابر محدثین رحمۃ اللہ علیہ نے کذاب کہا ہے اور ایوب نے کہا کہ وہ کذاب نہ تھے۔ باوجود اسکے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اون کے اور دوسرے بعض اساتذہ کے قول پر اون کی روایات کو صحیح میں داخل کیا تو یہ تعدیل تقلیداً ہے کیونکہ تقلید کے معنی یہی ہیں کہ کسی معتبر شخص کے قول کو بلا دلیل مان لینا اور یہ تقلید ایسے امر میں ہوئی جو جائز نہیں ہے کیونکہ اسمیں بہ گواہی نفی شہادت اثبات کی ترد ید

تقلید امام بخاری در حالات عکرمہ

ہوئی جو باطل ہے۔ الحاصل اس سے معلوم ہوا کہ جرح اور تعدیل کی بنا اجتہاد
پر ہے اوس سے واقع کا حال معلوم نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے ایک ہی
حدیث کو بعض حسان کے قریب کر دیتے ہیں۔ اور بعض موضوعات کے
ساتھ ملا دیتے ہیں۔ جیسا کہ ابن جوزی نے موضوعات کے شروع میں لکھا ہے
الخامس الشدید الضعیف الکثیر التزلزل فھذا یتفاوت
مراتبہ عند الحسان فبعضھم یدنیہ من الحسان ویزعم
انہ لیس بقوی التزلزل وبعضھم یری شدۃ تزلزلہ فیلحقہ
بالموضوعات اگر کسی حدیث کے اسناد میں کوئی راوی ایسا ہو جس کو
محدثین نے وضاع اور کذاب کہا ہے تو بھی اس حدیث کو قطعاً موضوع
کہہ نہیں سکتے بلکہ اگر کوئی راوی خود خبر دے کہ میں نے یہ حدیث بنائی ہے
اوسکو بھی قطعاً موضوع نہیں کہتے۔ چنانچہ نکت میں ابن حجر عسقلانی نے
نقل کیا ہے کہ امام نسائی کے شرائط۔ امام بخاری اور مسلم سے بھی سخت ہیں
کما قال وحکی ابو الفضل ابن طاھر قال سالت سعد بن علی
الزنجانی عن رجل فوثقہ فقلت لہ ان النسائی لم یحتج بہ فقال
یا بنی ان لابی عبد الرحمن شرطاً فی الرجال اشد من شرط البخاری
ومسلم باوجود اسکے اونکا قول ہے کہ جب تک کل محدثین کا اجماع کسی
راوی کے متروک ہونے پر نہ ہو جائے وہ متروک نہیں ہو سکتا اور جس

کسی راوی متروک الروایت کی روایت سے حدیث موضوع نہیں ہوجاتی

حدیث کی اسناد میں اس قسم کا راوی ہو قطعًا وہ حدیث موضوع نہیں ہو سکتی کما قال فی النکت ایضًا قال النسائی لا یترك الرجل عندی حتی یجتمع الجمیع علی ترکه ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری کے باب (من جوز الطلاق الثلث) میں لکھا ہے ولیس کل راو مختلف فیه مردود بلکہ اگر خود راوی کہہ دے کہ میں نے یہ حدیث بنائی ہے تو اوس حدیث کو بھی قطعًا موضوع نہیں کہہ سکتے چنانچہ تدریب الراوی میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے قال البخاری فی التاریخ الاوسط حدثنی یحیی الاشکری عن علی بن جدیر قال سمعت عمر بن صبیح یقول انا وضعت خطبة النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد استشکل ابن دقیق العید الحکم بالوضع باقرار من ادعی وضعه لان فیه عملا بقوله بعد اعترافه علی نفسه بالوضع قال وهذا کاف فی رده لکن لیس بقاطع فی کونه موضوعًا لجواز ان یکذب فی الاقرار بعینه وقیل هذا لیس باستشکال منه انما هو توضیح وبیان وهو ان الحکم بالوضع بالاقرار لیس بامر قطعی موافق لما فی نفس الامر لجواز کذبه فی الاقرار علی حد ما تقدم ان المراد بالصحیح والضعیف ما هو الظاهر لا فی نفس الامر یعنی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ اوسط

میں لکھا ہے کہ روایت کی مجھ سے یحییٰ اشکری نے علی جدیر سے کہا اونھوں نے کہ سنا میں نے عمر بن صبیح سے وہ کہتے تھے بنایا میں نے خطبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ابن دقیق العید کہتے ہیں کہ حدیث بنانے والے کے اقرار کر حدیث کو موضوع کہنے میں اشکال وارد ہوتا ہے کیونکہ اوسمیں یہی لازم آتا ہے کہ بعد اعتراف وضع کے اوس کے قول پر عمل کیا جائے اور یہ اگرچہ اوس حدیث کے رد کرنے کے لئے کافی ہے لیکن قطعاً یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ حدیث نفس الامر میں موضوع ہو۔ کیونکہ جائز ہے کہ کسی غرض سے جھوٹ اقرار کرلیا ہو اور بعضوں نے کہا کہ یہ اشکال نہیں مقصود اس بیان سے توضیح ہے کیونکہ حکم بالوضع اقرار سے قطعی اور موافق نفس الامر کے نہیں ہے کیونکہ جائز ہے کہ وہ اقرار جھوٹا ہو۔ یہ ایسی بات ہے جیسے صحیح اور ضعیف کا حکم کرنا ظاہر پر ہوتا ہی نہ بحسب نفس الامر انتہیٰ۔ یعنے محدثین کے کل حکم بحسب ظاہر ہیں نفس الامری نہیں۔ چنانچہ اسکا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ قریب آئے گا پھر جب خود اقرار سے واضع کی موضوعیت واقعی ثابت نہ ہو تو صرف قرائن سے کیونکر ثابت ہوسکے۔ اور جب ایسے شخص کی حدیث کو بعض اہل حدیث اپنے کتابوں میں بلا تصریح موضوعیت کی روایت کریں جن کو محدث مانتے ہیں تو وہ خود راوی قابل ترک نہ ہوگا۔ میزان الاعتدال میں امام ذہبی نے لکھا ہے ولا یستحق الترک من

راوی کے ضعیف یا متروک یا وضاع ہونے سے اوسکے مرویات قطعاً موضوع نہیں ہوجاتے

مروی عنہ بعض الثقاۃ یعنے جس شخص سے بعض ثقاۃ نے روایت
کی ہو تو وہ شخص ترک کرنے کے قابل نہوگا۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے
قول سے ابھی معلوم ہوا کہ جب تک کل محدثین کا اجماع کسی راوی کے
متروک ہونے پر نہ ہوجائے تو وہ متروک نہیں ہوتا۔ الحاصل راوی کے
ضعیف یا متروک یا وضاع ہونے سے اوس کے مرویات قطعاً موضوع
نہیں ہوتے۔ اب اون قرائن کو دیکھنا چاہیئے جو نفس حدیث میں ہوں
منجملہ اون کے ایک یہ ہے کہ الفاظ حدیث میں رکاکت ہو جو شان فصاحت
نبوی علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ و تسلیم سے بعید ہے۔ اور یہ قرینہ بھی
قطعی نہیں اس لئے کہ روایت بالمعنی اکثر محدثین کے پاس درست ہے
تو جائز ہے کہ وہ روایت بالمعنی ہو یعنے مضمون اوسکا صحیح اور الفاظ
حدیث شریف کے نہوں۔ چنانچہ تدریب الراوی میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
نے قول شیخ الاسلام کا نقل کیا ہے اما رکاکۃ اللفظ فلا تدل علی
ذلک لاحتمال ان یکون رواہ بالمعنی فغیر الفاظہ بغیر فصیح
دوسرا قرینہ یہ ہے کہ معنی میں رکاکت ہو اسکے کئی صورتیں ہیں ایک یہ
مخالف عقل کے ہو یہ بھی کلیہ نہیں ہوسکتا کیونکہ جس عقل کی مدح میں حدیث
قد افلح من رزق لبًّا وارد ہے وہ خود دیکھیا ہے چنانچہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ماخلق اللہ شیئًا فی الارض اقل

من العقل وان العقل فی الارض اقل وفی روایۃ اعز من الکبریت الاحمر الرویانی وابن عساکر عن معاذ بن جبل رحمۃ اللہ علیہ کذا فی الجامع الصغیر یعنے روایت ہے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی شئے زمین پر جو عقل سے زیادہ نادر الوجود ہو البتہ عقل روئے زمین پر کبریت احمر سے بھی زیادہ نادر الوجود ہے۔ اگر ایسی عقل سلیم نصیب ہو تو اوس احادیث کو جو بظاہر خلاف عقل ہیں مگر اعتقاد سے مان لیگیں مثل احادیث معراج وحشر وصراط وغیرہ کے اعتقاداً مان سکتے ہیں جبتک کہ خلاف عقیدۂ اہل سنت وجماعت نہ ہو۔ اور اگر بظاہر خلاف عقیدہ بھی ہے مگر تاویل صحیح قبول کر سکتی ہے تو جب بھی قطعاً موضوع نہ ہوگی۔ کیونکہ اکثر احادیث میں تاویل ہوا کرتی ہے تو جائز ہے کہ یہ بھی اس قسم کی ہو چنانچہ خطیب کی تصریح سے یہ بات ابھی ظاہر ہو جائے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ خلاف نصوص قطعیہ یا حدیث متواترہ یا اجماع وغیرہ کے ہو تو یہ بھی نفس الامر میں موضوع اوسوقت سمجھی جائے گی جبکہ تاویل قبول نہ کرے۔ اور ظاہر ہے کہ باب تاویل وسیع ہے۔ تدریب الراوی میں لکھا ہے وکما یدخل فی قرینۃ حال المروی ما نقل عن الخطیب عن ابی بکر ابن الطیب ان من جملۃ دلائل

الوضع ان یکون مخالفاً للعقل بحیث لا یقبل التاویل ویلتحق به
ما یدفعه الحس والمشاهدة او یکون منافیا لدلالة الکتاب
القطعیة او السنة المتواترة والاجماع القطعی اما المعارضة
مع امکان الجمع فلا یعنے جو قرینے مروی ہیں ہوتے ہیں اونہیں سے چند
وہ ہیں جو خطیب سے نقل کئے گئے ہیں انھوں نے نقل کیا ہے ابو بکر بن
طیب سے کہ منجملہ دلائل وضع کے ایک یہ ہے کہ حدیث مخالف عقل ہو
اس طور پر کہ تاویل قبول نکر سکے اور اسکے ساتھ یہ قرینہ بھی لاحق ہے
کہ دفع کرے اوس حدیث کو حس اور مشاہدہ یا منافی دلالت قطعی کتاب
یا سنت متواترہ یا اجماع قطعی کے ہو لیکن جب کسی طور سے اون دونوں میں
توفیق ہو سکے اور منافاۃ اوٹھ جائے تو وہ بھی قرینہ وضع کا نہ ہوگا انتہی
قال ابن حجر فی النکت ولو فتح الناس هذا الباب (ای الحکم
بالوضع للتعارض) لرد الاحادیث ویقبل کثیر من احادیث
الصحیحین البطلان امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے سبیل النجاۃ میں لکھا ہے
قال ابن حجر فی نکتہ علی ابن الصلاح قد اخطأ من حکم بالوضع
بمجرد مخالفة السنة واکثر من ذلك الجوزقانی فی کتاب
الاباطیل وهذا انما یتاتی حیث لا یمکن الجمع بوجه من
الوجوہ اما مع امکان الجمع فلا کما زعم بعضهم ان الحدیث

الذى رواه الترمذى وحسنه من الحديث ابى هريرة لايؤمن
عبد قوما فخص نفسه بدعوة دونهم فان فعل فقد خانهم
موضوع لانه صلى الله عليه وسلم قد صح عنه انه كان
يقول اللهم باعد بيني وبين خطاياى وغير ذلك لانا نقول
يمكن حمله على مالا يشرع للمصلى من الادعية لان الامام
والماموم يشتركان فيه بخلاف ما لم يوثره وكما زعم
ابن حبان فى صحيحه ان قوله صلى الله عليه وسلم انى لست
كاحدكم انى اطعم واسقى دال على ان الاخبار التى فيها
انه كان يضع الحجر على بطنه من الجوع باطلة وقد رد عليه
ذلك الحافظ ضياء الدين الدمشقى وكفى هذا كله كلام
حافظ ابن حجر فى النكت وقال الشيخ بدر الدين الزركشى
فى تعليقه على ابن الصلاح جعل بعضهم من دلائل الوضع
ان يخالف صحيح السنة وهذه هى طريقة ابن خزيمة وابن
حبان وهى ضعيفة لاسيما حيث امكن الجمع قال ابن خزيمة
فى صحيحه فى حديث لايؤمن عبد قوما فيخص نفسه بدعوة
فان فعل فقد خانهم هذا حديث موضوع فقد ثبت قوله
صلى الله عليه وسلم اللهم باعد بيني وبين خطاياى الحديث

لا ینتھی الی ذالک فقد حسنه الترمذی وغیره ولیس بمعارض
بحدیث الاستفتاح لامکان حمله علی ما لم یشرع للامام والماموم
وقال ابن حبان فی صحیحه فی قوله صلی اللہ علیہ وسلم
انی لست کاحدکم انی اطعم واسقی ھذا الخبر یدل علی
ان الاحادیث التی جاء فیھا انه کان یضع الحجر علی بطنه
کلھا باطیل وانما الحجز وھو طرف الازار اذ اللہ جل وعلا
کان یطعم رسوله ویسقیه اذا وصل فکیف یترکه
جائعا مع عدم الوصال حتی یشد الحجر علی بطنه وما یغنی
الحجر من الجوع انتھی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اون احادیث کو جو
شدت جوع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلالت کریں یا جن میں
وضع حجر علی البطن کی تصریح ہے۔ ابن حبان نے باطل ٹھیرایا ہے۔ حالانکہ
صحیح بخاری میں یہ حدیثیں موجود ہیں قال سعید سمعت عن جابر
بن عبد اللہ قال لما حفر الخندق رایت النبی صلی اللہ
علیه وسلم خمصا شدیدا۔ فالقیت الی امرأتی فقلت
ھل عندک شئی فانی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم
خمصا شدید الحدیث۔ رواہ البخاری۔ وعن ایمن قال اتیت
جابرا فقال انا یوم خندق نحفر فعرضت کدیة شدیدة

فجاؤا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا ھذہ کدیۃ عرضت
فی الخندق فقال انا نازل ثم قام وبطنہ معصوب بحجر
الحدیث وفی اخرہ فقلت لامرأتی رایت بالنبی صلی اللہ
علیہ وسلم شیئا ما فی ذلک صبر فعندک شئی قالت عندی
شعیر وعناق الحدیث رواہ البخاری اور شاید اسی قاعدہ کی
بنا پر ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے یا علی لا یحل لاحد
ان یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرک یعنے اے علی سوائے
میرے اور تمہارے کسی کو درست نہیں کہ بحالتِ جنابت اس مسجد میں جاوے
اور بظاہر یہ علت قائم کی کہ اوسمیں اکثر شیعی ہیں حالانکہ اس حدیث کو
ترمذی۔ بیہقی نے روایت کی ہے۔ اور اس کے شواہد بھی بکثرت ہیں
جن کی تخریج بزاز۔ ابو یعلی۔ بیہقی نے۔ اور بخاری اور ابن عساکر نے
اپنی تاریخ میں کی ہے۔ اور عمر بن الخطاب اور عائشہ صدیقہ۔ ام سلمہ۔
سعید بن ابی الوقاص۔ جابر بن عبد اللہ ابی سعید خدری رضی اللہ عنہم
کی روایت سے وارد ہے کما قال السیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ
فی التعلیقات حدیث ابی سعید یا علی لا یحل لاحد
یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرک فیہ کثیر النوعان
فی التشیع عن عطیۃ العوفی ضعیف قلت اخرجہ الترمذی

والبیهقی فی سننه من طریق سالم بن ابی حفصة عن عطیة
فزالت تهمة کثیر وقال الترمذی حسن غریب وقد سمعه
منی محمد بن اسمعیل وقال النووی انما حسنه الترمذی
لشواهده قلت ورد من حدیث سعد بن ابی وقاص اخرجه
البزاز وعمر بن الخطابؓ اخرجه ابو یعلی وام سلمة اخرجه
البیهقی فی سننه وعایشة رضی الله عنه اخرجه البخاری
فی تاریخه والبیهقی وجابر بن عبد الله اخرجه ابن عساکر
فی تاریخه ومن مرسل ابی حازم اخرجه الزبیر بن بکار
فی اخبار المدینة اگر کہا جائے کہ جب بعض محدثین نے ایسی حدیث
کو موضوع کہہ دیا ہے تو اوسمیں تاویل کرکے موضوعیت سے اوس کو
نکالنا کیا ضرور ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ حاصل ان دونوں قرینوں کا
یہی ہے کہ مخالفت عقل و نصوص کی وجہ سے وہ موضوع ٹھیرائی جارہی ہے
اور جب کسی وجہ سے وہ مخالفت رفع ہو جائے تو اوس حدیث کو
موضوع کہنا بلا وجہ ہو گا۔ اور ظاہر ہے کہ بلا وجہ کسی حدیث کو موضوع
کہہ دینا گناہ سے خالی نہیں اور یہ صریح ممنوع ہے۔ کما ورد عن
سلیمان قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کذب
علی متعمدا فلیتبوأ بیتا فی النار ومن رد حدیثا بلغه عنی

بلا وجہ کسی حدیث کو موضوع نہ کہنا

فانا مخاصمہ یوم القیمۃ واذا بلغکم عنی حدیث فلم تعرفونہ فقولوا اللہ اعلم طب کذا فی کنز العمال یعنے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے قصداً جھوٹ بات بنا کر اوس کی نسبت میری طرف کی تو چاہیئے کہ وہ شخص اپنا گھر دوزخ میں بنالے اور جس نے رد کیا اوس حدیث کو جو پہونچی ہے اوس کو مجھ سے تو قیامت کے دن میں اوس کا دشمن ہونگا اور جو پہونچے تم کو ایسی حدیث جو نہ جانتے ہو تم بسبب نہ معروف و نہ مشہور ہونے اوس کے تو (اللہ اعلم کہدو) روایت کی اس کو طبرانی نے میں بہرحال حدیث کو بلا وجہ رد کردینا یا اوس سے انکار کرنا سوا اس کے نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن بنالینا ہے عیاذاً باللہ۔ اگر سمجھ میں نہ آوے تو سکوت چاہیئے نہ یہ کہ حکم بالوضع کرنا جو من وجہ رد ہے۔ امام سیوطی نے تعقبات میں لکھا ہے کہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کیا

من احتجم یوم الاربعاء ویوم السبت فاصابہ مرض فلا یلومن الا نفسہ یعنے جس نے چارشنبہ یا شنبہ کے دن پچھنے لگایا اور کسی بیماری میں مبتلا ہوگیا تو وہ اپنے کو ملامت کرے۔ پھر آخر بحث میں یہ واقعہ نقل کیا کہ محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو اس حدیث میں کلام تھا وہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور اوس پر پروا نہ کر کے

(چہار شنبہ کے دن فصد لی ساتھ ہی مرض برص مجھ پر نمایاں ہوا خوش قسمتی سے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اپنی حالت عرض کی۔ فرمایا خبردار اب سے میری حدیث کی کبھی استہانت نہ کرنا۔ یہ عبارت تعلیقات کی اس پر شاہد ہے۔ ثم روی الدیلمی بسندہ عن ابن عمرو محمد بن جعفر بن مطر النیشاپوری قال قلت یوما ان ھذا الحدیث لیس بصحیح فافتصدت یوم الاربعا فاصابنی برص فرائیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم فشکوت الیہ حالی فقال ایاک والاستھانۃ بحدیثی **ف** اس پر اور ایک بات معلوم ہوئی کہ محمد بن جعفر نیشاپوری نے جو اس قصہ کو ذکر کیا اور بعد اس خواب کے اون کو اس حدیث کی پوری تصدیق ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ پورا واقعہ بیان کیا کرتے تھے۔ اسی طرح تعلیقات مذکور میں لکھا ہے حدیث من عزی مصابا فلہ مثل اجرہ یعنے جو شخص کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اوسکو بھی مثل اوسی مصیبت زدہ کے ثواب ہوتا ہے۔ یہ روایت علی بن عاصم نے۔ محمد بن سوقہ سے کی ہے جنمیں محدثین کو کلام ہے چنانچہ اسی وجہ سے ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کیا ہے۔ بیہقی نے شعب الایمان میں لکھا ہے کہ محمد بن ہارون کہتے ہیں کہ

محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو انکار حدیث کا نتیجہ ملنا

محمد بن ہارون کا خواب میں روبرو حضور صلعم کے حدیث سے حدیث کی تصدیق کرنا

میں نے ایکبار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ
علی بن عاصم حدیث (من عزی مصابا) ابن سوقہ سے روایت کرتے
ہیں کیا وہ آپ نے فرمایا ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں۔ بیہقی لکھتے ہیں کہ
اسکے بعد محمد بن ہارون جب کبھی اس حدیث کو روایت کرتے رو دیتے
کما قال واخرج البیہقی فی شعب الایمان عن محمد بن ہارون
وکان ثقة صدوقا قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فی المنام فقلت یا رسول اللہ علی بن عاصم الذی یرویه
عن ابن سوقة من عزی مصابا۔ ھل عنك قال نعم فکان
محمد ھرون کلما حدث ھذا الحدیث بکی اور صحیح مسلم میں ہے
حدثنا علی بن مسھر قال سمعت انا وحمزة الزیات من ابان
ابن ابی عباس نحو من الف حدیث قال علی لقیت حمزة
فاخبرنی انه رائی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فعرض
علیه ما سمع من ابان فما عرف الا شیأ یسیرا خمسة او ستة
یعنے علی بن مسہر کہتے ہیں کہ میں نے اور حمزہ زیات نے ابان بن ابی عباس
سے قریب ہزار حدیثوں کے سنیں بعد چند روز کے حمزہ زیات سے
میں نے ملاقات کی تو مجھ کو کہنے لگے کہ میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی رویت سے مشرف ہوا اور جتنی حدیثیں کہ ابان سے سنی تھیں

وہ پیش کیں۔ حضرت نے سوائے پانچ چھ حدیثوں کے کسی حدیث کی تصدیق نہیں فرمائی۔ امام مسلم نے اس روایت کو اون روایات میں ذکر کیا ہے جنمیں اون کو راویوں کے عیوب بیان کرنا مقصود ہے۔ غرض یہ کہ ابان کی حدیثیں قابل اعتبار نہیں پس ان قرائن اور تصریحات اور ان احادیث سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کے باب میں وارد ہیں مثل من رانی فی المنام فقد رای الحق وغیرہ کے یہ بات سمجھ میں آسکتی کہ مثل محدثین کے اولیاء اللہ بھی بہت سے حدیثیں خواب میں یا کشف صحیح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تصحیح کر لیتے ہونگے جب عموماً کسی بزرگ کی ولایت مسلم ہوجائے تو اس بنا پر اون کی نقل کی ہوئی حدیثوں کو مان لینے میں کوئی محل تردد نہ ہوگا اگر بالیقیں یہ مسلمہ مسئلہ معلوم کرنا ہو کہ اولیاء اللہ عالم بیداری میں کس قدر دریافت کر سکتے ہیں تو کواکب زاہرہ میں دیکھ لیں جس کو شیخ ابو الفضل عبد القادر بن حسین رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اس مسئلہ کی تحقیق میں تصنیف کی ہے اور بدلائل عقلیہ ونقلیہ ثابت کر دیا کہ حالت بیداری میں رویت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ صرف ممکن بلکہ واقعی ہوتی ہے۔ تیسرا قرینہ وضع کا جو نفس حدیث میں ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ تھوڑے کام پر زیادہ ثواب یا وعید سخت ہو چنانچہ تدریب الراوی

اولیاء اللہ بھی خواب میں یا کشف سے آنحضرت صلی اللہ وسلم سے حدیثیں تصحیح کر لیتے ہیں

ہیں لکھا ہے ومنھا الافراط بالوعید الشدید علی الامر الصغیر
والوعد العظیم علی الفعل الحقیر وھذا کثیر فی حدیث
القصاص والاخیر راجع الی الرکة ۔ مگر اس پر بھی قطعیت وضع
کی معلوم نہیں ہو سکتی کیونکہ کثرت ثواب کا مدار تو فضل الٰہی پر ہے ۔
دیکھ لیجئے ایک رات کی عبادت کا ہزار مہینے کی عبادت پر فضیلت ہونا
قرآن شریف سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ لیلة القدر خیر من الف شهر
اور حدیث بطاقہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کما فی المواهب وشرح
للزرقانی حدیث البطاقة مشهور قد رواه الترمذی
وقال حسن غریب وابن ماجة وابن حبان والحاکم وصححه البیهقی
من حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص یرفعه بلفظ ان اللہ
یستخلص رجلا من امتی علی رؤس الخلائق یوم القیمه
فینشر علیه تسعة وتسعون سجلا کل سجل منها مثل
مد البصر ثم یقول اتنکر من هذا شیئا اظلمك کتبتی
الحافظون فیقول لا یا رب فیقول افلك عذر فیقول لا یا رب
لفظ الحدیث عند المذکورین فیقول افلك عذر او حسنة
فهاب الرجل فیقول لا یا رب فیقول بلی ان لك عندنا
حسنة وانه لا ظلم علیك الیوم فتخرج بطاقة فیها اشهد

ن یستخلص

ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ فیقول احضر وزن فیقول یارب ماھذہ البطاقۃ مع ھذہ السجلات فقال انک لا تظلم قال فوضع السجلات فی کفۃ والبطاقۃ فی کفۃ فطاشت السجلات وثقلت البطاقۃ فلا یثقل مع اسم اللہ شئی یعنے روایت ہے عبداللہ بن عمرو ابن عاص سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلائے گا حق تعالی میرے امتیوں میں سے ایک شخص کو تمام خلائق کے روبرو قیامت کے دن پس کھولے گا اوس کے روبرو ننانوے ۹۹ سجل ہر سجل اتنا ہوگا جہاں تک نگاہ پہونچتی ہے اور فرمائے گا کیا تجھے انکار ہے اس سے کسی چیز کا کیا تجھ پر ظلم کیا لکھنے والے میرے فرشتوں نے وہ عرض کرے گا نہیں اے پروردگار۔ پھر فرمائے گا کیا تیرے پاس کوئی عذر یا کوئی نیک کام ہے سوائے اسکے۔ یہ سن کر اوس شخص کو ہیبت ہوجائے گی۔ اور عرض کرے گا اے پروردگار اسکے سوا نہ کوئی نیک کام ہے نہ کوئی عذر پھر ارشاد ہوگا کہ کیوں نہیں۔ ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے۔ اور آج تجھ پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ پھر نکالے گا حق تعالی ایک پرچہ کاغذ کا جسمیں اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ لکھا ہوگا اور حکم ہوگا کہ اب جا اپنے اعمال تلنے کی جگہ

وہ عرض کرے گا اے پروردگار ان دفتروں کے مقابلہ میں یہ پرچہ کیا چیز ہے۔ ارشاد ہوگا تجھ پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رکھے جائیں گے وہ تمام دفتر ایک پلہ میں اور وہ پرچہ ایک پلہ میں۔ اور جب وزن کیا جائے گا تو وہ تمام دفتر ہلکے ہو جائیں گے اور وہ پرچہ بھاری ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز بھاری نہوگی۔ روایت کی اسکو ترمذی۔ ابن ماجہ۔ ابن حبان اور حاکم نے اور کہا بیہقی نے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور کنز العمال میں ہے کہ اس حدیث کو امام احمدؒ بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مسند میں روایت کی اور حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے شرط مسلم پر۔ اب دیکھئے کہ گناہوں کے اتنے بڑے بڑے ننانوے ۹۹ دفتر کے مقابلہ میں ایک چھوٹی چٹھی کلمہ طیبہ کی کس شمار میں ہے مگر جب فضل خدا ہوا تو وہ سب طے رکھے رہیں گے اور سیکڑوں برس کی عبادت کا جو نتیجہ ہوتا ہے ایک چھوٹی سی چٹھی سے نکل آیا۔ پس معلوم ہوگیا کہ تھوڑے کام پر زیادہ ثواب مستبعد نہیں۔ جب یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہوگئی تو اس سے بڑھکر اور کیا بات ہوگی جس کے ماننے میں تردد ہو اور خواہ مخواہ اوس کو قرینہ وضع کا بنا لیا جائے۔ اور اسی طرح یہ حدیث مشکوۃ میں ہے عن ابن عباس

رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال للعباس
ابن عبد المطلب یا عباس یا عماه الا اعطیك الا امنحك
الا احبوك الا افعل بك عشر خصال اذا انت فعلت
ذلك غفر الله لك ذنبك اوله واخره قدیمه وحدیثه
خطأ وعمدًا صغیرة وکبیرة سرة وعلانیة ان تصلی
اربع رکعات تقرا فی کل رکعة فاتحة الکتاب وسورة
فاذا فرغت من القراة فی اول رکعة وانت قائم قلت
سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر خمس عشر مرة
ثم ترکع فتقولها وانت راکع عشرا ثم ترفع راسك من
الرکوع فتقولها عشرا ثم تهوی ساجدا فتقولها وانت ساجد
عشرا ثم ترفع راسك من السجود فتقولها عشرا ثم تسجد
فتقولها عشرا ثم ترفع راسك فتقولها عشرا فذلك خمس
وسبعون فی کل رکعة تفعل ذلك فی اربع رکعات
ان استطعت تصلیها فی کل یوم مرة فافعل فان لم تستطع
ففی کل جمعة مرة فان لم تفعل ففی کل شهر مرة فان لم
تفعل ففی کل سنة مرة فان لم تفعل ففی عمرك مرة رواه
ابوداود وابن ماجة والبیهقی فی الدعوات وروی الترمذی

فضیلت نماز تسبیح

عن ابی رافع نحوہ اور ترمذی کی روایت میں ہے ولو کانت ذنوبک مثل رمل عالج غفرھا اللہ لک یعنے روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے کہ اے عباس اے میرے چچا کیا نہ عطا کروں میں تم کو کیا نہ بخشش کروں میں تم پر کیا نہ دوں تم کو کیا نہ احسان کروں میں تمھارے ساتھ اس قسم کا کہ جب کروگے تم وہ کام جو تبلاتا ہوں میں تم کو تو بخش دے گا حق تعالیٰ تمھارے گناہ اول و آخر کے۔ پرانے اور نئے۔ خطا سے کئے ہوے یا قصداً۔ چھوٹے اور بڑے۔ پوشیدہ اور ظاہر اگرچہ بکثرت مثل ریتی کے ہوں وہ یہ ہے کہ پڑھو تم چار رکعت ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسرا ایک سورہ پھر بعد قرارت کے حالت قیام میں کہو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ ۱۵ مرتبہ پھر رکوع کرو اور وہی کلمہ دس ۱۰ مرتبہ پڑھو۔ پھر رکوع سے سر اوٹھاکر دس ۱۰ مرتبہ۔ پھر سجدہ میں دس ۱۰ مرتبہ۔ پھر جلسہ میں دس ۱۰ مرتبہ۔ پھر سجدہ میں دس ۱۰ مرتبہ پھر سجدہ سے سر اوٹھاکر قیام سے پہلے بیٹھکر دس ۱۰ مرتبہ اوسی کلمہ کو کہو۔ اس ترکیب سے ایک رکعت ہوئی جسمیں پچہتر ۷۵ مرتبہ وہ کلمہ پڑھا گیا پھر ہر رکعت میں ایسا ہی کرو اگر تم سے ہو سکے تو یہ نماز ہر روز ورنہ ہر جمعہ میں ایک بار ورنہ ہر مہینے میں ایکبار ورنہ برس میں ایک بار

اور جو یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک بار پڑھو۔ روایت کی اسکو
ابوداود ترمذی ابن ماجہ۔ اور بیہقی رحمہم اللہ نے انتہیٰ۔ دیکھئے
کس قدر رحمت الٰہی ہے کہ صرف چار رکعت پڑھنے سے عمر بھر کے
گناہ اگلے پچھلے صغیرہ کبیرہ وغیرہ سب معاف ہو جاتے ہیں۔
تھوڑے فعل سے کثرت ثواب اور کیا اس سے زیادہ ہو سکتا ہے
مگر شاید اسی وجہ سے کہ بہ نسبت حیثیت عمل کے ثواب بہت زیادہ
ہے ابن جوزی نے اس حدیث کو بھی موضوعات میں داخل کر دیا
اور یہ علت قائم کی کہ اوس کی اسناد میں صدقہ ضعیف ہیں۔
اور موسیٰ بن عبدالعزیز مجہول اور موسیٰ بن عبیدہ غیر معتبر ہیں۔
امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تعقبات میں لکھا ہے کہ اکثر حفاظ حدیث
نے ابن جوزی پر رد کیا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے خصال مکفرہ میں
لکھا ہے کہ برا کیا ابن جوزی نے جو اس حدیث کو موضوعات میں
داخل کیا۔ اور امانی وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری نے
قرارت خلف امام میں اور ابوداؤد و ابن ماجہ نے اپنی صحیح میں
اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی اور ابن شاہین و اجری و خطیب
و ابوسعید سمعانی و ابوموسیٰ و ابوالحسن و ابن الفضل منذری و ابن
صلاح و نووی رحمہم اللہ وغیرہم نے روایت کی ہے اور ابن مندہ نے

اکثر حفاظ حدیث نے ابن جوزی کو رد کیا ہے

خاص اس باب میں ایک رسالہ تصنیف کیا ہے اور کہا دیلمی نے فردوس میں کہ صلوٰۃ التسبیح اور نمازوں سے زیادہ ترصحیح ہے۔ روایت کی بیہقی وغیرہ نے ابی حامد مشرقی سے کہ ایکبار میں مسلم کے پاس بیٹھا تھا اور میرے ساتھ حدیث صلوٰۃ التسبیح تھی جو بروایت عکرمہ عن ابن عباس مروی ہے مسلم نے دیکھ کر کہا کہ اس باب میں اس سے بہتر کوئی اسناد نہیں اور ذکر کیا ترمذی نے کہ ابن مبارک وغیرہ اہل علم نے بھی صلوٰۃ التسبیح پڑھی ہے اور اوس کی فضیلت بیان کی اور کہا بیہقی نے کہ اس سے حدیث مرفوع کی تقویت ہوتی ہے۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ کئی طریقوں سے یہ حدیث مروی ہے جس کو ابن راہویہ وابن خزیمہ وحاکم وطبرانی ودارقطنی وابن شاہین وابونعیم وعبدالرزاق وغیرہم نے روایت کی ہے اور ابن جوزی نے جو صدقہ کی نسبت کلام کیا ہے سو شاید اون کو صدقہ ابن یزید خراسانی سمجھا ہو جو متروک ہیں۔ حالانکہ یہ صدقہ ابن عبداللہ ہیں جن کا لقب سمین ہے اور وہ متروک نہیں۔ اور جو موسیٰ ابن عبیدہ میں کلام کیا ہے وہ بات مردود ہے اسلئے کہ موسیٰ کذاب نہیں ہے اور موسیٰ بن عبدالعزیز کو جو مجہول کہا اوسمیں بھی خطا کی اس لئے کہ یحییٰ بن معین اور نسائی نے اون کی توثیق کی اور بہت لوگوں نے

اون سے روایت لی ہیں انتہی ملخصاً پوری عبارت تعقبات کی یہ ہے
حدیث العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی صلوٰۃ التسبیح فیہ صدقۃ بن
یزید الخراسانی ضعیف وحدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما
فیہ موسی بن عبد العزیز مجہول وحدیث ابی رافع فیہ موسی
ابن عبیدۃ لیس بشیٔ قلت قد اکثر الحفاظ من الرد علی ابن
جوزی فی ہذا الحدیث قال الحافظ ابن حجر فی الخصال
المکفرۃ اساء ابن الجوزی بذکرہ ایاہ فی الموضوعات قال
وقولہ ان موسی عبد العزیز مجہول لم یصب فیہ فان ابن
معین والنسائی وثقاہ وقال فی امالیہ حدیث ابن عباس
اخرجہ البخاری فی القرأۃ خلف الامام وابو داود وابن ماجہ
وابن خزیمۃ فی صحیحہ والحاکم فی مستدرکہ والبیہقی وغیرہم
وقال ابن شاہین فی الترغیب سمعت ابا بکر بن ابی داؤد
یقول سمعت ابی یقول صح فی صلوٰۃ التسبیح ہذا قال موسی
بن عبد العزیز وثقہ ابن معین والنسائی وابن حبان وروی
عنہ خلق واخرج لہ البخاری فی القرأۃ ہذا الحدیث بعینہ
واخرج فی الادب حدیثاً فی سماع الرعد وببعض ہذہ الامور
ترفع الجہالۃ وممن صحح ہذا الحدیث اوحسنہ غیر من تقدم

ابن مندہ والف فیہ کتابا والاجری والخطیب وابوسعد
السمعانی وابوموسی وابوالحسن وابن الفضل والمنذری وابن
الصلاح والنووی فی تهذیب الاسماء واخرون وقال الدیلمی
فی مسند الفردوس صلوة التسبیح اشهر الصلوة واصحها
اسنادا وروی البیهقی وغیرہ عن ابی حامد الشرقی قال
کنت عند مسلم بن الحجاج ومعی هذا الحدیث عن عبد الرحمن
بن بشر یعنی حدیث صلوة التسبیح من روایة عکرمة عن ابن
عباس فسمعت مسلما یقول لا یروی فیها اسناد احسن من هذا
وقال الترمذی قد روی ابن مبارك وغیرہ من اهل العلم
صلوة التسبیح وذکروا الفضل فیہ وقال البیهقی کان عبد الله
ابن المبارك یصلیها وتداولها الصالحون بعضهم عن بعض
وفی ذلك تقویة للحدیث المرفوع قال الحافظ ابن حجر واقدم
من روی عنہ عند فعلها صریحا ابوالجوزاء اوس بن عبد الله
البصری من ثقات التابعین وثبت ذلك عن جماعة بعدہ
واثبتها ائمة الطریقین من الشافعیة ولحدیث ابن عباس
هذا طرق فتابع موسی بن عبد العزیز عن الحکم بن ابان
ابراهیم بن الحکم ومن طریقه اخرجه ابن راهویه وابن

خزيمة والحاكم وتابع عكرمة عن ابن عباس عطأ واخرجه
الطبرانى وابونعيم بسند رجاله ثقات وابوالجوزا اخرجه
الطبرانى والدارقطنى فى صلوٰة التسبيح من طريق عنه ومجاهد
اخرجه الطبرانى فى الاوسط فهذه است طرق واما حديث
العباس فاخرجه الدارقطنى فى الافراد وابن شاهين
فى الترغيب قال الحافظ ابن حجر وظن ابن الجوزى ان صدقة
الذى فيه ابن يزيد الخراسانى وليس كذلك انما هو
ابن عبد الله المعروف بالسمين ضعفه من قبل حفظه ووثقه
جماعة فيصلح فى المتابعات بخلاف الخراسانى فانه متروك
وله طرق اخرى اخرجها ابراهيم ابن احمد الحرفى فى فوائده
وفى مسنده حماد بن عمرو النصى كذبوه واما حديث ابى رافع
فاخرجه الترمذى وابن ماجة قال الحافظ وقول ابن الجوزى
ان موسى بن عبيدة علة الحديث مردود فانه ليس بكذاب
مع ماله من الشواهد وقد ورد حديث صلوٰة التسبيح
من حديث الفضل بن العباس اخرجه ابونعيم فى قربان
المتقين وابن عمر واخرجه ابوداود والدارقطنى وابن
شاهين فى الترغيب والدارقطنى والطبرى من طرق عنه

وعلی اخرجه الدارقطنی والواحدی فی الدعوات من طریق عنه وجعفر بن ابی طالب اخرجه عبدالرزاق والدارقطنی من طریق عنه وابنه عبداللہ اخرجه الدارقطنی ام سلمة اخرجه ابونعیم والانصاری هو جابر بن عبداللہ وقال الحافظ انه ابوکبشة الانماری ومن مرسل اسماعیل بن رافع اخرجه سعید بن منصور والخطیب فی صلوة التسبیح انتهی ملخصا من امالی الاذکار۔ ہر چند اس بحث میں تطویل ہوئی۔ لیکن اسکے ضمن میں یہ بات معلوم ہوئی کہ محدثین کے اجتہاد و استدلال ایک قسم پر نہیں ہیں کسی کی نظر مصالح سے متعلق ہوتی ہے اور کسی کی نفس اسناد سے۔

احوال ابن جوزی

کہا ابن جوزی نے کہ ان اسنادوں پر مجھے اطلاع نہ تھی سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا کہ ابن جوزی بڑے فاضل تھے ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے وفیات الاعیان میں اون کا حال لکھا ہے کہ وہ فن حدیث میں علامہ اور امام وقت تھے اون کے تصانیف اسقدر ہیں کہ اونکی عمر کا اور تصانیف کا حساب کیا گیا تو روزانہ نو جزو ہوتے ہیں اونمیں سے اکثر فن حدیث میں ہیں۔

[illegible]

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص کتابت حدیث کے لئے یہ اہتمام رکھا تھا کہ حدیث لکھنے کے لئے جب قلم تراشتے تو اوسکا تراشہ اوٹھا رکھتے وہ اسقدر جمع ہو گیا تھا

کہ انتقال کے قریب وصیت کی کہ میرا غسل کا پانی اوسی سے گرم کیا جائے
چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ تراشہ پانی گرم کرنے کے لئے کافی ہوا بلکہ
کچھ بچ رہا۔ باوجود اس جلالت شان کے اون کی نظر اون کتب متداولہ
پر جن سے تصحیح حدیث صلوٰۃ التسبیح ہوتی ہے کیا نہ ہوگی۔ غرض
کوئی ایک علت قائم کرکے حدیث کو موضوع قرار دینے سے اون کا
مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح سمجھی جائے تو لوگ اوس پر
اعتماد کرکے کہیں عمل نہ چھوڑ دیں۔ اسی طرح ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے
زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت میں اسقدر زور دیا کہ
جتنی حدیثیں زیارت کے باب میں وارد ہیں اون سب کو موضوع
قرار دیا۔ اس خیال سے کہ زیارت و توسل و استغاثہ وغیرہ سے شرک
لازم آتا ہے شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اونکی رد میں شفاء السقام
تصنیف کی اور اوسمیں اوس خیال کی تغلیط کرکے رجال اسانید اور
تخریج احادیث کے متعلق محققانہ بحث کی ہے اور ثابت کردیا کہ وہ
سب حدیثیں صحیح ہیں اور توسل وغیرہ درست ہے۔ چنانچہ مولانا
محمد عبدالحی نور اللہ مرقدہ ظفر الامانی میں لکھتے ہیں قال السخاوی
وممن افرد بعد ابن الجوزی فی الموضوع کراملیتہ الرضی الصنحانی
اللغوی ذکر فیہا احادیث من الشبہات للقضاعی والنجم للاقلیشی

وغيرهما كالاربعين لابن ودعان وفضائل العلماء لمحمد بن
سرور البلخي والوصية لعلي بن ابي طالب وخطبة الوداع
وادب النبي صلى الله عليه وسلم واحاديث ابي الدنيا الاشج
ونسطور ونعيم بن سالم ودينار الحبشي وابي هدبة ابراهيم
ونسخة سمعان انس رضي الله عنه عن وجهها الكثير ايضا
من الصحيح والحسن وما فيه ضعف يسير وللجوزقاني ايضا
كتاب الاباطيل اكثر فيه من الحكم بالوضع بمجرد مخالفة
السنة وهو خطاء الا ان يتعذر الجمع وكذا اصنف عمر بن
بدر الموصلي كتابا سماه المغني عن الحفظ والكتاب بقولهم
لم يصح شئ في هذا الباب وعليه فيه مواخذات كثيرة وان
كان له في كل من ابوابه سلف من الائمة خصوصا المتقدمين
انتهى كلامه قلت ومن هذا القبيل رسالة الشوكاني المسماة بالفوائد
المجموعة في الاحاديث الموضوعة فان فيها احاديث صحاحا وحسانا
قد ادرجها بسوء فهمه وتقليده بالمقلدين من المتساهلين في الموضوعات
فعلى العارف الماهر التوقف في قبول ارشاده وتنقيح مرامه في
هذا الباب بل في جميع مسائل التي ميدانها [illegible] الحديثية
الفقهية اختيارات شنيعة مخالفة لاجماع الائمة [illegible] علمائنا الملة

وتحقیقات مخالفۃ للمعقول والمنقول کما لا یخفی علی ماہر
الفروع والاصول یعنے موضوعات میں صنعانی نے ایک رسالہ اور
جوزقانی نے کتاب الاباطیل اور عمر بن بدر موصلی نے مغنی لکھی جنمیں
صحیح اور حسن حدیثیں موجود ہیں اور اسی طرح شوکانی نے ایک رسالہ
لکھا جسمیں نافہمی اور تقلید سے صحیح اور حسن حدیثیں داخل کردیں
اور سوائے اسکے اونھوں نے اکثر تصانیف میں ایسے امور اختیار
کئے جو مخالف اجماع ہیں اون کے اقوال میں توقف کرنا چاہئے غرض
کبھی جرح وتعدیل میں قول معتمد علیہ کی تائید مقصود ہوتی ہے جیسا کہ
امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حنفیہ کے استدلالی حدیث کی تردید کے وقت
راوی کے حال میں اقوال جرح نقل کرتے ہیں پھر اپنے مذہب کے
استدلال میں جب کوئی حدیث اونھیں راویوں سے روایت کیجاتی ہے
تو اوس پر استدلال کرلیتے ہیں۔ اس بات کو علامہ علاء الدین
ماردینی رحمۃ اللہ علیہ نے جوہر النقی میں متعدد جگہ ثابت کردی ہے
اسی طرح کنز العمال میں حدیث فضائل عسقلانی کے بحث میں لکھا ہے
کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع کہا۔ لیکن ابن حجر عسقلانی نے
قول مسند میں اوسکی تردید کی۔ الغرض اکثر یہ ہوتا ہے کہ بحسب مقتضی
وشان طبیعت وغیرہ ایک صحیح غرض محدثین کے پیش نظر ہوتی ہے

جس کے لحاظ سے اسناد پر غور کرکے جرح و تعدیل میں اون اقوال پر اعتماد کرتے ہیں جو مفید مدعٰی ہوں۔ دیکھ لیجئے حاکم رحمۃ اللہ علیہ کو مستدرک کی تصنیف کے وقت ملحوظ تھا کہ جس قدر روایتیں شیخین یا احدہما کی شرط پر ملجائیں جمع کر دوں چنانچہ اس قسم کی روایتیں بکثرت جمع ہو گئیں جس کی نسبت ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نکت میں لکھتے ہیں۔ ان المستدرك للحاكم كتاب كثير جدا يصفو له منه صحيح كثير زائد على ما في الصحيحين على ما ذكر المصنف بعد وهو مع حرصه على جمع الصحيح الزائد على الصحيحين واسع الحفظ كثير الاطلاع عزيز الرواية فيبعد كل البعد ان يوجد حديث بشرط الصحة لم يخرجه في مستدركه پھر ذہبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ محدثین اوس کی تنقیح کے طرف متوجہ ہوئے اور بہت سے حدیثوں میں کلام کرکے اون کو ضعیف بلکہ موضوع ثابت کر دیا وجہ اس کی یہ ہے کہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ تصحیح کے طرف تھی اور ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ تنقیح کی طرف ایسے موقع میں خواہ مخواہ بعض امور نظر سے فروگذاشت ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات اور ضعاف جمع کرنیکے طرف توجہ کی اور موضوعات میں ایک کتاب اور ضعاف میں ایک کتاب لکھی

ابن جوزی کا بعض بخاری اور بعض مسلم کی حدیثوں کو موضوعات میں داخل کرنا

جس کا نام العلل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیہ ہے۔ اور اسقدر جمع کیا
کہ بعض بخاری و مسلم کی حدیثوں کو بھی موضوعات اور ضعاف میں
داخل کر دیا۔ علی ہذا القیاس جو کوئی کسی خاص مسئلہ میں رسالہ لکھتا یا
تقریر کرتا ہے ہمہ تن توجہ اوس کی اس بات پر ہوتی ہے کہ جتنے
حدیثیں اپنے مفید مدعی ہو سکیں سب ذکر کر دیے جائیں ۔ اور
حتی الامکان اون کی ضعف و علل کے اوٹھانے میں بحث کیجائے
اگر کوئی اوس کی تردید کی طرف متوجہ ہو تو معاملہ برعکس ہو جاتا ہے
اسمیں یہ ضرور نہیں کہ اون دونوں کا مبنی نفسانیت پر ہو بلکہ ہر ایک
کی غرض صحیح ہوتی ہے جس کے پوری کرنے پر بمقتضائے طبع وہ مجبور رہے
اور ممکن ہے کہ بمصداق حبك الشئ یعمی ویصم کے خطا بھی ہو جائے
اصل مقصود سے تقریر خارج ہو گئی کلام تو اسمیں تھا کہ تھوڑے کام پر زیادہ
ثواب کا ہونا قرینہ وضع نہیں جیسا کہ حدیث صلوۃ التسبیح سے ثابت ہوا
اسی طرح چھوٹے گناہ پر سخت وعید کا ہونا موضوعیت حدیث پر قطعی
قرینہ نہیں ہو سکتا اسی طرح ترغیب و ترہیب منذری۔ وزواجر وغیرہ
کتب سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ریا و سمعہ وغیرہ پر کیسی کیسی وعیدیں وارد
ہیں اور سوائے اسکے خود قرآن شریف میں ہے وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا
مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ

وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا اَلِيْمًا یعنے جس نے قصداً کسی مسلمان کو قتل کیا تو جزا
اوس کی جہنم ہے اوسمیں وہ ہمیشہ رہے گا اور غضب اور لعنت کریگا
حق تعالیٰ اوس پر اور مہیا کر رکھا ہے اوسکے واسطے بڑا عذاب۔ اگرچہ
قتل گناہ کبیرہ ہے مگر جزا اوس کی مثل جزائے کفر کے خلود نار جو اس
آیۂ شریفہ سے معلوم ہوتی ہے اور یہ جزا بہ نسبت اوس فعل کے بہت
سخت ہے۔ اگر کہا جائے کہ اس آیۂ شریفہ میں تاویل کی گئی ہے تو
ہم کہیں گے کہ اچھا ویسی ہی اوس حدیث میں بھی تاویل کرسکتے ہیں
صرف قرینہ پر موضوع کہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ الحاصل ان قرینوں
سے یہی بات ثابت نہیں ہوسکتی کہ اوس سے حدیث قطعاً موضوع
ہوجائے اب رہے وہ قرائن جو خارجی ہیں اور اون سے موضوعیت
حدیث کی جانی جاتی ہے منجملہ اون کے ایک یہ ہے کہ کسی واقعہ میں ایک
جماعت کثیرہ موجود ہو اور سوائے ایک شخص کے کسی نے اوس کو
روایت نہ کی ہو یہ بھی قرینہ وضع ہے اسلئے کہ اگر وہ خبر صحیح ہوتی تو
اور لوگ بھی اوس جماعت کے اوسکو روایت کرتے غور سے معلوم
ہوسکتا ہے کہ اس سے بھی قطعیت وضع کی ثابت نہیں ہوسکتی اسلئے
کہ کل حدیثیں تو محدثین کو پہونچی ہی نہیں تا یقین ہو کہ کسی دوسرے نے
اوسکو روایت نہیں کی اور کل احادیث کا نہ پہنچنا یوں ثابت ہے کہ

کہ محدثین کی کتابوں میں ایک لاکھ حدیثیں پائی جاتی ہیں جیسا کہ جواہر الاصول میں شیخ ابو الفیض محمد بن علی فارسی رحمۃ اللہ علیہ نے قول ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کیا جس کا یہ ترجمہ ہے (حصر احادیث کا امکان سے بعید ہے مگر ایک جماعت محدثین نے تتبع کتب میں کر کے نہایت کوشش کے ساتھ حساب کیا چنانچہ ابو المکارم کہتے ہیں کہ متون احادیث جو آجتک موجود ہیں ایک لاکھ تک پہونچے ہیں۔ حالانکہ اوپر یہ بات معلوم ہو چکی کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ساڑھے سات لاکھ سے زیادہ حدیثوں کی خبر دی ہے اور اگر تعمق نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ ساڑھے سات لاکھ میں بھی انحصار کل احادیث کا نہیں ہوسکتا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اگر دن رات میں دس گیارہ ہی فرض کئے جائیں تو صرف ایام نبوت کے اقوال تقریباً ایک لاکھ ہو جاتے ہیں۔ اور روایت ہر قول کی اگر دس ہی صحابیوں سے ہو۔ اسوجہ سے کہ ہر صحابی کی روایت مستقل ایک حدیث سمجھی جاتی ہے تو صرف اقوال احادیث دس لاکھ سے زیادہ ہو جاتے ہیں حالانکہ بدیں لحاظ کہ مبنی نبوت کا کلام اور ارشادات پر ہے۔ اور صحابہ بھی ہزارہا تھے یہ دس لاکھ بھی بہت کم ہونگے۔ پھر احادیث افعال وتقریر۔ اور صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال اور اخبار کتب باضیہ وغیرہ

امور جن پر کہ اطلاق حدیث کا ہوتا ہے باقی رہ جاتے ہیں قال السخاوی
رحمۃ اللہ علیہ فی الفتح المغیث وکذا آثار الصحابۃ والتابعین
وغیرھم وفتاویھم مما کان السلف یطلقون علی کل حدثنا
اس پر ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ کل حدیثیں کس قدر ہونگے۔ ابن حجر
عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول نکت میں
نقل کرتے ہیں کہ ساڑھے سات لاکھ سے زیادہ حدیثوں سے مسند
حدیثوں کا انھوں نے انتخاب کیا ہے۔ امام ذہبی نے طبقات میں
لکھا ہے کہ احمد بن فرات کا یہ قول تھا کتبت عن الف سبعمائۃ
شیخ وکتبت الف الف حدیث وخمسمائۃ الف فعملت من
ذلک فی توالیفی خمسمائۃ الف یعنے سات لاکھ حدیثیں مجھے شیوخ سے
پہونچی ہیں۔ پھر یہ احتمال نہیں کہ ان میں کوئی حدیث موضوع وغیرہ ہو۔
کیونکہ ابن عدی کا قول اوسی میں نقل کیا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ انھوں
نے کوئی منکر روایت کی ہے کیونکہ وہ اہل صدق اور حفظ سے تھے
اسی طرح امام احمد بن حنبل وغیرہ اکابر محدثین نے اون کی روایتوں کی
توثیق کی ہے۔ طبقات الحفاظ میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ
ابو عسال کے احوال میں لکھا ہے وہ کہتے تھے کہ صرف قرات میں مجھے
پچاس ہزار حدیثیں یاد ہیں۔ قدما سے کسی محدث نے کل صحیح حدیثوں

کمیٔ حدیث کی چوتھی وجہ مؤلفین کا التزام

کے جمع کرنے کا قصد نہیں کیا اس لئے کہ یہ دعوی حیزّ امکاں سے خارج ہے
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے خلافت میں اسکا ارادہ فرمایا تھا
مگر مصلحت نہ جانکر ترک کردیا چنانچہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات
میں لکھا ہے وقد نقل الحاکم بسندہٖ عن القاسم بن محمد
قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا جمع الحدیث عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وکانت خمسمائۃ حدیث فبات لیلۃ
ینقلب کثیرا قالت فغمنی فقلت اتقلب بشکوی او لشیٔ
بلغک فلما اصبح قال بنتہ ھلمی الاحادیث التی عندک
فجئتہ بھا فدعا بنارٍ فحرقھا الحدیث منجملہ اور موانع کے ایک
یہ بھی ہے کہ مصنفین کو ہر تصنیف میں ایک قسم کا التزام ہوا کرتا ہے
جس کی تکمیل میں زیادہ مدت صرف ہوتی ہے اور دوسرے مقاصد کی
طرف توجہ کرنے کی نوبت نہیں آتی چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے
جامع صحیح کی تصنیف کے وقت یہ التزام کیا تھا کہ جو ترجمۃ الباب لکھیں
یا حدیث نقل کریں پہلے غسل کرکے دو رکعت نماز پڑھ لیتے۔ چنانچہ
اسی وجہ سے سولہ ۱۶ سال میں وہ کتاب ختم ہوئی۔ جس کے ثبوت میں
ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے۔
قال الحافظ ابو ذر الھروی سمعت ابا الھیثم محمد بن مکی الکشمیھنی

یقول سمعت محمد بن یوسف الفربری یقول قال البخاری
ماکتبت فی کتاب الصحیح حدیثا الا اغتسلت قبل ذالک
وصلیت رکعتین وایضا فیھا وعن البخاری قال صنف
الجامع من ستمائۃ الف حدیث فی ست عشرۃ سنۃ
اور افتتاح القاری میں محمد بن ابدل رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ عراقی رحمۃ اللہ علیہ
نے تاریخ ابی بکر خطیب سے نقل کیا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے
اول تراجم ابواب قائم کئے اور اوسمیں یہ التزام کیا کہ اول دو رکعت
نماز پڑھتے اور ما بین قبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ومنبر شریف کے ایک
ترجمۃ الباب لکھتے اس طرح سولہ برس میں حدیثیں اون ابواب میں
داخل کیں کما قال الحافظ ابو احمد عبد اللہ ابن عدی الجرجانی
وسمعت عبد القدوس ابن ھمام یقول سمعت عدۃ من المشائخ
یقولون حول محمد بن اسمعیل البخاری تراجم جامعہ بین قبر
النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومنبرہ وکان یصلی لکل ترجمۃ
رکعتین فاول ما صنف البخاری فیما بلغنا من صحیحہ الابواب
ثم سدھا بعد بالاحادیث ومضی فی تھذیبہ وتحریرہ ست
عشر سنۃ اور عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مقدمہ میں لکھا ہے قد روی
ابن عدی عن جماعۃ من المشائخ ان البخاری حول تراجم جامعہ

بین قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومنبرہ وکان یصلی لکل
توجمہ رکعتین اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ التزام نہ کرتے تو لاکھ حدیثیں
صحیح جس کی خبر خود دیتے ہیں کما فی المقدمۃ المذکور وقال محمد بن
حمدویہ سمعت البخاری یقول احفظ مائۃ الف حدیث صحیح
بہ آسانی ایک ہی کتاب میں جمع کر سکتے تھے کیونکہ اون کو تصنیف کے
وقت کتاب دیکھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی یہ سب حفظ کی تمام حدیثیں
اون کے پیش نظر تھیں احادیث کی تدوین میں اگر اون کو تکلیف
تھی تو صرف لکھنے کی تھی اس خیال سے اگر وہ خود نہ لکھ کر اپنے شاگردوں
کے ہاتھ سے لکھواتے تو جو سولہ ۱۶ برس کی مدت میں اون کے ذاتی
التزام سے (چار ہزار حدیثیں) لکھی گئیں کم مدت میں (لاکھ حدیثیں)
بہ آسانی لکھ دیتے قال ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ فی مقدمتہ
وجملۃ ما فی کتاب البخاری الصحیح سبعۃ الاف ومائتان وخمسۃ
وسبعون حدیثا بالاحادیث المکررۃ وقد قیل انہا باسقاط
المکررۃ اربعۃ الاف حدیث مگر ما وشما کی رائے کیا امام بخاری رحمۃ اللہ
علیہ کی رائے سے بڑھ سکتی ہے ہرگز نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے
افعال اور اون کے عادات کا صدور خلوص کے سوا نہ تھا اور کوئی کام
جسمیں حق تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کا ذریعہ نہ ہوتے

معلوم نہیں بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اوس التزام میں کیا کیا انوار اور برکات کا مشاہدہ فرمایا جو کل احادیث کے جمع کرنے پر جو ایک جلیل القدر کام تھا اوس کو ترجیح دی۔

ف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہر ایک حدیث اور ترجمہ الباب کے لکھنے کے قبل غسل کر کے مقام مقدس میں دو رکعت نماز پڑھنے کا جو التزام کیا تھا وہ نہایت خوش اعتقادی پر مبنی ہے۔ چند امور خیر کا کسی خاص امر میں التزام کرنا کوئی قباحت نہیں بلکہ مستحسن ہے جس پر احادیث مستند جو آئندہ مذکور ہیں دلیل ہو سکتے ہیں۔

فعل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر دلیل ہے کہ کوئی بات کا التزام یا تعین کرنا مباح و مستحب امور میں مکروہ نہیں رہی یہ بات کہ التزام کا یہ اثر ہوگا کہ جہلا اوس کو دینی ضرورت سمجھیں گے جس سے زیادت فی الدین جو ایک امر قبیح ہے لازم آئے گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس زمانہ میں جہلا تو کیا بلکہ اکثر وہ لوگ جو احکام دین سے واقف ہیں نماز تک بھی نہیں پڑھتے جس کا اہتمام سب سے زیادہ چاہئے۔ اگر یہ لوگ ان امور میں دینی ضرورت سمجھیں گے تو بحسب مقتضائے طبع اونکو بھی مد ضروریات میں شریک کر کے خود چھوڑ دینگے اس سے ظاہر ہے کہ جن لوگوں کو ضروریات دین میں اہتمام نہیں اگر کسی کار خیر میں اہتمام یا التزام

کریں تو اوس سے اون کی کوئی غرض اور جہت ہوتی ہے جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تعین والتزام میں دوسری جہت تھی جو اون کی جلالت شان سے ظاہر ہے کہ اونھوں نے وہ التزام و تعین دینی ضرورت سمجھ کر نہیں کیا اسی طرح جہلا کی حالت اس بات پر دلیل ہے کہ وہ التزام و تعین کو کسی امر میں فرض و واجب نہیں سمجھتے۔ مثلاً وقت معین میں مولود شریف کا التزام اور اوس میں بعض امور مستحبہ کا اہتمام اسوجہ سے ضروری سمجھتے ہیں کہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ایماندار کو ضروری ہے اور یہ امور اوس پر من وجہ دلیل ہیں اس سے یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ اصل دین میں کوئی چیز بڑھادی گئی۔ ہاں ان دنوں ضروری سمجھنے کے لئے جو جہت قائم ہوئی وہ یہ ہے کہ اوس کو شعار مذہب اہل سنت وجماعت کا قرار دیا (اسلئے کہ وہابیہ نے اوسکے ترک کو ضروری سمجھا جس سے اون کے مذہب کا شعار سمجھا جاتا ہے۔ جب علما نے مولود شریف فاتحہ سوم وغیرہ امور جزئیہ میں تشدد شروع کردیا اس لحاظ سے کہ فقہا نے مطلقاً تعین کو مکروہ لکھا ہے اور اون کی بات کو بعض لوگوں نے مان لیا اور اون کے ذہنوں میں یہ بات متمکن ہوئی کہ مولود شریف وغیرہ بالکل منع ہے تو وہ بیچارے جہلا کیا جانیں کہ مکروہ اور حرام میں کیا فرق ہے اور حرام لذاتہ کیا ہے۔ اور حرام لغیرہ کیا۔ اسلئے اون لوگوں نے منع میں اسقدر تشدد و اہتمام شروع کردیا جو حرام میں چاہئے۔ غرض ان علما کی جزئیات میں تشدد کرنیکا

یہ اثر ہوا کہ ایک فرقہ نے اون کو منع یعنے حرام سمجھ لیا اور اون کے مقابل کی جماعت نے یہ سمجھا کہ منع کرنے والے وہابی ہیں جن کا مقصود صرف یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کسی طرح دلوں سے دور کی جائے اور کوئی فعل ایسا صادر نہ ہو جسمیں تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو اسوجہ سے ان لوگوں نے اپنے مذہب کا اوسکو شعار ٹھیرا کر اوسمیں اہتمام بڑھایا اور طرفین میں مبائنت مذہبی کی وجہ سے تعصب و خصومت قائم ہوئی جس کے آثار یہ ظاہر ہوئے کہ سب و شتم مار پیٹ مسلمانونمیں ہر طرف ہونے لگی منشا ان امور کا صرف طرفین کی نفسانیت ہے ورنہ دین سے اوس کو کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ ایک معتبر صاحب اپنا دیکھا ہوا واقعہ بیان کرتے تھے کہ کلکتہ کی مسجد میں غیر مقلد صاحب نے نماز میں بلند آواز سے آمین کہا مقلد صاحب نے جو وہ بھی نماز ادا کر رہے تھے جواب میں بہ آواز بلند کہا (شالا) جو بنگالی زبان میں سخت گالی ہے۔ دوبارہ غیر مقلد صاحب نے آمین کا اعادہ کیا تو پھر مقلد صاحب نے اوسی لہجہ میں بلند آواز سے کہا (شالا بنا شالا) پھر غیر مقلد صاحب نے تیسرے مرتبہ اوسی طرح آمین کہا۔ اب مقلد صاحب رہ نہ سکے اور مارے غصہ کے نماز توڑ کر غیر مقلد صاحب پھر جا گرے اور آپسمیں خوب مار پیٹ ہوتی رہی۔ اگر منشا اسکا نفسانیت نہیں تو آمین کے لفظ پر اسقدر برہم ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ شافعیہ برابر آمین بالجہر کہتے ہیں کسی کو برا نہیں معلوم

واقعہ آمین گوئی کلکتہ

ہوتا اسمیں شک نہیں کہ مقلد نے بہت زیادتی کی مگر اسکے ساتھ یہ بھی قابل
غور ہے کہ غیر مقلد نے جو بار بار شالا کے جواب میں آمین کہا جو ولا الضالین
کے بعد کہنا تھا جس سے حنفیوں کی اشتعالک مقصود تھی اور ثواب کے بدلے
دنیا ہی میں خصومت باہمی سے گالی وضع کی گئی اعوذ باللہ من ذالک
الحاصل دونوں فریق میں بے وجہ عداوت کا مادہ پیدا ہوگیا جو مسلمانوں
میں نہ چاہئے یہ ساری خرابیاں اوس ایک بات کا نتیجہ ہے جو مولوی صاحب
نے ایک امر مکروہ کے منع کرنے میں اپنا سارا علم خرچ کردیا۔ بالفرض اگر کراہیت
بھی ان امور کی مان لی جاوے جب بھی منع کی ضرورت نہیں الاشباہ والنظائر
اور حموی میں لکھا ہے لیس زماننا زمان اجتناب الشبہات روی
عن ابی بکر بن ابراھیم انہ سئل عن ھذہ الشبہات ای عما یکون
الی الحرام اقرب فقال لیس ھذا زمان الشبہات ان الحرام اغنانا
یعنی ان اجتنبت الحرام کفاک کذا فی التجنیس یعنے یہ زمانہ مکروہ تحریمی
سے بچنے کا نہیں ہے اگر حرام سے ہی اجتناب کرلیں تو کافی ہے اور یہی بات
اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہوتی ہے عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قال انکم فی زمان من ترک منکم عشر ما امر بہ ھلک
ثم یاتی زمان من عمل منھم بعشر ما امر بہ نجا۔ رواہ الترمذی
یعنے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے کہ تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو

اگر کوئی دسویں حصہ پر عمل نہ کرے گا ہلاک ہوگا پھر ایک زمانہ ایسا آئیگا جو
اگر کوئی شخص دسویں حصہ پر بھی عمل کرے گا وہ نجات پائے گا۔ وعن جابر
رضی اللہ عنہ قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم النعمان بن قوقل
فقال یارسول اللہ ارایت اذا صلیت المکتوبۃ وحرمت الحرام
واحللت الحلال ادخل الجنۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
نعم یعنے حرام کو حرام اور حلال کو حلال سمجھنا نجات کے لئے کافی ہے۔
ذہبی نے طبقات میں روایت کی ہے من مراسیل ابن ابی ملیکۃ
ان الصدیق جمع بعد وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال
انکم تحدثون عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احادیث
تختلفون فیہا والناس بعدکم اشد اختلافا فلا تحدثوا
عن رسول اللہ شیئاً فمن سألکم فقولوا بیننا وبینکم کتاب اللہ
فاستحلوا حلالہ وحرموا حرامہ یعنے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے
بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو جمع کیا اور فرمایا کہ تم
لوگ اختلافی روایتیں مت بیان کیا کرو اگر اس قسم کا تم سے سوال کیا جائے
تو کہدو کہ قرآن شریف کافی ہے جو چیز اوسمیں حلال ہے اوسکو حلال اور
جو حرام ہے اوسکو حرام سمجھو۔ اب جو لوگ حلال کو حرام سمجھنے لگے کس قدر
اون کی خرابی کا باعث ہوا کیونکہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال سمجھنا

جس طرح ہے ظاہر ہے اگر تاویلات بھی کیجائیں تو گو کفر نہیں گناہ سے خالی نہیں

جس طرح میلاد شریف کے مسئلہ میں تشدد کیا جاتا ہے اسی طرح تعین فاتحہ

سوم کے منع میں بھی سخت کوشش کی جاتی ہے حالانکہ واضع فاتحہ سوم کو

اس روز کی تعین سے یہ مقصود تھا کہ اس حدیث شریف پر عمل ہوا کرے

جو بخاری شریف میں ہے عن زینب بنت ابی سلمۃ قالت لما

جاءنعی ابی سفیان من الشام دعت ام حبیبۃ رضی اللہ عنہا

بصفرۃ فی الیوم الثالث فمسحت عارضیہا و ذراعیہا وقالت

انی کنت عن ھذا لغنیۃ لولا انی سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یقول لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الاٰخر ان تحد علی میت

فوق ثلث الا علی زوج فانہا تحد علیہ اربعۃ اشہر یعنے روایت ہے

زینب بنت ابی سلمہ سے کہ جب ابوسفیان کے انتقال کی خبر شام سے آئی

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ایک قسم کی خوشبو منگوا کر اپنے رخساروں اور

ہاتھوں پر ملیں اور فرمائیں کہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہ تھی میں نے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی کہ آپ فرماتے تھے ایمان والی

عورت کو حلال نہیں کہ سوائے اپنے شوہر کے تین دن سے زیادہ کسی میت

پر سوگ کرے۔ البتہ اسکو شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ کرنا چاہئے۔

اس حدیث شریف سے تعین روز سوم کی اصلیت ثابت ہوتی ہے کہ

تعین روز سوم از حدیث شریف و فاتحہ سوم اموات

ختمہائے مدت سوگ اور شیرنی اور فواکہ موسمی اور خوشبو مجلس فاتحہ سوم میں حاضر کرنیکے لئے بھی ماخذ اصل ہے کیونکہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بلاضرورت خوشبو ملیں۔ اسی وجہ سے یہ اشیا ہمارے ملک میں خاص ایام ماتم میں چھوڑ دیے جاتے ہیں جس طرح شیعہ محرم کے ایام میں پان ترک کردیتے ہیں ویسا ہی فواکہ اور مٹھائی غم کے ایام میں نہیں کھاتے۔ اس مجلس میں ان چیزوں کے لانے سے یہ مقصود ہے کہ سوگ واری ختم کردیگیئی گویا یہ تعینات امتثال امر شارع پر قرینۂ فعلی قائم کردینا ہے بلکہ خود اسکو ایک لحاظ سے اگر عین امتثال کہیں تو بے موقع نہ ہوگا۔ غرض تقریب فاتحہ سوم بھی بے اصل نہیں جو اہل انصاف کو رفع نزاع کیلئے اسقدر کافی ہے اور جنکو جھگڑا بڑھانا یا مادۂ مخالفت باہمی قائم رکھنا منظور ہے تو اوسکا علاج نہیں طرفین کی تحریرات ان مسائل میں قیامت تک ختم نہ ہونگے اگرچہ بظاہر ان تحریرات کا نام اظہار حق اور مناظرہ رکھا جاتا ہے مگر فی الحقیقت خدا جانے کیا ہے۔ درمختار میں لکھا ہے المناظرۃ فی العلم لنصرۃ الحق عبادۃ و لاخذ ثلثۃ حرام لقھر مسلم و اظہار علم و میل ذنب او مال او قبول اور منجملہ اون موانع کے جس کی وجہ سے کل حدیثیں محدثین کو نہیں پہونچیں ایک یہ ہے کہ طبیعتوں میں اون حضرات کے احتیاط تھی چنانچہ مسلم شریف میں روایت ہے عن ابن ابی ملیکۃ قال کتبت الی ابن

عباس رضی اللہ عنہ رسالۃ ان یکتب لی کتابا ویخفی عنی فقال
ولد ناصح انا اختار لہ الامور اختیارا واخفی عنہ یعنے ابن ابی
ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباسؓ کو خط لکھا کہ جن حدیثوں کا اظہار مناسب
معلوم ہو آپ تحریر فرماویں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ لڑکا
خیر خواہ معلوم ہوتا ہے اس لئے میں چند امور اوس کے لئے انتخاب کرکے
لکھ بھیجتا ہوں اور جو قابل اخفا ہیں اون کو مخفی رکھتا ہوں بخاری شریف
میں ہے کہ حجاج بن یوسف نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ترین عقوبت کونسی بیان فرمائی۔ انس
رضی اللہ عنہ نے قصہ عرینہ کا بیان کیا کہ جن لوگوں نے اسلام لاکر غدر کیا
اور اونٹ ہانک لیگئے اور چرواہے کو قتل کر ڈالا اونکو سخت سزا دیگئی تھی
حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ خبر پہونچی تو کہا وددت انہ لم یحدثہ
بھذا یعنے اگر انس رضی اللہ عنہ حجاج کو یہ حدیث نہ بیان کئے ہوتے خوب تھا
کیونکہ اوس ظالم کو اس سے جرأت پیدا ہوگی۔ حسن بصری کو اس روایت
کا بیان کرنا ناگوار ہوا اور دارمی میں ہے عن نعمان بن قیس ان عبیدۃ
دعا بکتبہ فمحاھا عند الموت وقال انی اخاف ان یلیھا قوم فلا
یضعونھا فی مواضعھا یعنے نعمان کہتے ہیں کہ عبیدہ نے اپنے انتقال کے
وقت اپنی ساری کتابیں منگوا کر سب کو دھو ڈالا اور کہا مجھے خوف تھا

کہ کہیں یہ کتابیں اون لوگوں کے ہاتھ نہ لگ جائیں اور موقع پر اون کا استعمال نہ کریں۔ بعض محدثین بہت سی روایتیں خوف سے بیان نہ کرسکے چنانچہ اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ اوزاعی اور زہری رحمہما اللہ نے بنی امیہ کی حکومت کے خوف سے فضائل اہل بیت میں کوئی روایت بیان نہیں کئے اتحاف الفرقہ میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب سے نقل کیا ہے کہ یوسف بن عبید کہتے ہیں میں نے حسن بصری سے پوچھا آپنے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو نہیں پایا پھر بلا واسطہ حضرت کا قول کیسے بیان کرتے ہو جواب میں کہا کہ تم نے تو ایسی بات پوچھی جو ابتک کسی نے نہیں پوچھی تھی اگر مجھ کو تم سے خاص تعلق نہ ہوتا تو میں ہرگز نہ کہتا سنو تم جانتے ہو کہ میں کس زمانہ میں ہوں۔ حجاج کی عملداری ہونے سے جو جو روایتیں علی کرم اللہ وجہہ سے میں نے سنی ہیں نہ اونکا نام لیسکتا ہوں نہ اون روایات کو زبان پر لاسکتا ہوں۔ صرف قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہدیتا ہوں اور بعض سلاطین نے بلحاظ مصلحت ملکی لوگوں کو بعض علما کے پاس بیٹھنے سے منع کردیا تھا چنانچہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات الحفاظ میں لکھا ہے قال ابو یونس القوی دخلت المسجد فاذا سعید بن المسیب جالس وحدہ قلت ما شانہ قالوا نھی ان یجالسہ احد او تقلیل روایت ہونیکا یہ بھی ایک باعث ہوا جو علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ

تقلیل روایت کا باعث

ایسی بات بیان نہ کرو جو لوگوں کے سمجھ میں نہ آوے۔ اس لئے ہر ایک
محدث کو اوس کے خیال کے موافق جو جو حدیثیں ملیں اونکو روایت کیں
اور جو مخالف مشرب اور خیال کے پایا اون کے لینے میں توقف کیا۔
چنانچہ طبقات الحفاظ میں ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے قال طاؤس
لو ان ابن عباس اتقی اللہ وامسك عن بعض حدیثه لشدت
الیه المطایا یعنے ابن عباس اگر خدا تعالیٰ سے ڈر کر بعض روایتیں نہ کرتے
تو لوگ سفر کرکے اون کے پاس آتے۔ اور ابن عباس نے جو روایات
لی بھی تو اونکو اوس کے روایت کرنے میں توقف کیا تھا۔ چنانچہ ذہبی
رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العلو میں ابو الشیخ کی کتاب العظمۃ سے حدیث
نقل کی جس کے اخیر میں یہ ہے۔ فھا من سموات سماء الا له اطیط
کاطیط الرحل فی اول ما یرتحل وذکر کلمة مکروهة لا تسوغ لنا
والاسناد نظیف یعنے راوی نے ایک ایسی بات کہی جس کی روایت
کرنی جائز نہیں۔ کہا ذہبی نے کہ اس روایت کی اسناد پاکیزہ ہے۔
خارجی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل اور اہل کبائر کی نجات اور شفاعت
وغیرہ میں جو روایتیں کہ اون کے مذہب کے مخالف ہیں غالباً ہرگز
بیان نہ کرینگے۔ چنانچہ فتح الباری کے باب لا یدخل الدجال المدینة
میں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بعض خوارج اور معتزلہ اور جہمیہ نے

دجال کے وجود کا انکار کیا اور جتنی صحیح روایتیں اس باب میں وارد ہیں اون سب کو رد کر دیا۔ علیٰ ہذا القیاس روافض وغیرہ کا بھی یہی اعتقاد ہے ورنہ ظاہر ہے کہ اگر دونو فریق کل روایات کو مان لیتے تو خلاف باقی نہ رہتا اور سب ملکر ایک ہی مذہب و مشرب ہو جاتے حالانکہ محدثین میں ہر مذہب و مشرب کے لوگ موجود ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف کے اسانید میں رافضی۔ خارجی۔ مرجی۔ جبری۔ قدری۔ جہمی وغیرہ موجود ہیں جس کے ثبوت میں مقدمۂ فتح الباری وغیرہ شاہد عدل ہے۔ غرض جس راوی کے مذاق و اجتہاد کے مطابق جو روایت نہیں ہوئی اوس نے اوسکی روایت نہیں کی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت کے باب میں موقوف روایتیں ذکر کیں جس سے اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ صدیقہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اپنے قیاس سے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھا اور حق تعالیٰ کو نہیں دیکھا اسوجہ سے حق تعالیٰ فرماتا ہے لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ۔ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ حالانکہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تعالیٰ کو دیکھنا بروایات صحابہ کبار ثابت کرتے ہیں جو ذیل میں درج ہے۔

روى عن ابن عباسؓ انه راٰه بعينه ومثله عن ابی ذر وكعب والحسن
كان يحلف على ذلك وحكى مثله عن ابی هريرة واحمد
بن حنبل وحكى اصحاب المقالات عن ابی حسن الاشعرى وجماعة
من اصحابه انه راٰه والحجج فی هذه المسئلة وان كانت كثيرة ولكنا
لا نتمسك الا بالاقوى منها وهو حديث بن عباس اتعجبون ان
تكون خلة لابراهيم والكلام لموسىٰ والرؤية لمحمد صلى الله عليه
وسلم وان عكرمة سئل ابن عباس هل راى محمد صلى الله عليه وسلم
ربه قال نعم وقد روى باسناد لا بأس به عن شعبة عن قتادة عن
انس قال راى محمد صلى الله عليه وسلم ربه والاصل فی الباب
حديث ابن عباسؓ حبر الامة والمرجوع اليه فی المعضلات وقد
راجعه ابن عمرؓ فی هذه المسئلة وسئله هل راى محمد صلى الله
عليه وسلم ربه فاخبره انه راٰه ولا يقدح فی هذا حديث عائشة
فان عائشةؓ لم تخبر انها سمعت النبی صلى الله عليه وسلم يقول
لم ار ربی وانما ذكرت ما ذكرت متاولة والحاصل ان الراجح عند
اكثر العلماء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم راى ربه بعينی راسه
ليلة الاسراء لحديث ابن عباس وغيره مما تقدم واثبات
هذا لا ياخذونه الا بالسماع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

ھذا مما ینبغی ان لا یتشکک فیہ اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تعالیٰ کو دیکھنا بروایات صحیحہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت کیا اور نقل کیا ہے کہ مروزی نے حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ عنہ سے پوچھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جو قول ہے۔ (جس نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اوس نے حق تعالیٰ پر افترا کیا) ایسا قول کس طرح رد کیا جائے۔ حضرت امام نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ رأیت ربی عزوجل رد ہو سکتا ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے بزرگ ہے۔ اسی طرح حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا وہ باقسمیہ کہتے تھے کہ واللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ غرض اون صحیح روایات کو جن کے وثوق پر عائشہ رضی اللہ عنہا کے اجتہاد کو رد کرنا اور رویت کی ثبوت میں قسم کھا لینا اون اکابر دین پر آسان ہو گیا تھا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر نہیں کیا کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ روایتیں نہیں پہونچیں تھیں۔ حالانکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مرفوع نہیں صرف اونکا اجتہاد تھا جو استدلال سے ظاہر ہے۔

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی رویت پر قرآن شریف سے استدلال کیا اور مزید براں روایت (رأیت ربی) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے

بھی ثابت ہے اسی بنا پر اکثر صحابہ و تابعین وغیرہم نے رُویت کو ثابت کیا
چنانچہ فتح الباری میں مصرح ہے۔ مگر چونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اجتہاد
صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اجتہاد کے موافق تھا اس لئے اونہوں نے وہی
روایتیں ذکر کیں۔ اگر کہا جائے کہ بخاری شریف کی کل روایتیں واجب التسلیم
ہیں تو جواباً کہہ سکتے ہیں کہ محض عنعنہ کے وجود پر اون سے ظن غالب ہوتا ہے،
نہ یہ کہ وہ سب قطعی ہو سکتے ہیں۔ اور نہ سب واجب العمل ہیں جن کی تصریح
سورۂ واللیل میں دیکھ لیں۔ چنانچہ بخاری شریف میں یہ روایت ہی عن علقمۃ
قال دخلت فی نفرٍ من اصحاب عبد اللہ الشام فسمع بنا ابو الدرداء
فاتانا فقال افیکم من یقرأ فقلنا نعم قال فایکم اقرأ فاشاروا
الیّ فقال اقرأ فقرأت واللیل اذا یغشیٰ والنھار اذا تجلیٰ والذکر والانثیٰ
قال انت سمعت من فی صاحبك قلت نعم قال فانا سمعنا من فی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم وھؤلاء یابون علینا یعنے روایت ہے علقمہ سے
وہ کہتے تھے کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی جماعت
میں ملک شام گیا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سُن کر ہمارے پاس آئے
اور پوچھا کہ تم میں کوئی قاری بھی ہے ہم نے کہا ہے۔ کہا سب سے بہتر
پڑھنے والا کون ہے سبھوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ مجھ سے کہا کہ کچھ
پڑھو میں نے پڑھا واللیل اذا یغشیٰ والنھار اذا تجلیٰ والذکر والانثیٰ

[حاشیہ: روایات بخاری واجب العمل ہیں]

سُن کر کہا کیا تم نے اپنے اُستاد سے ایسا ہی سنا ہے میں نے کہا جی ہاں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس دہان مُبارک سے ایسا ہی سُنا ہے اور یہ لوگ انکار کرتے ہیں۔ اور بخاری شریف میں ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لما نزلت وانذر عشیرتک الاقربین الحدیث وفی اخرہ فنزلت (تبت یدا ابی لہب) وقد تب ھکذا قرأ الاعمش یومئذ یعنے ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تبت یدا ابی لہب وقد تب نازل ہوا اور یہ روایت بھی بخاری شریف میں ہے عن یحیی عن الحسن قال اکتب فی المصحف فی اول الام بسم اللہ الرحمن الرحیم واجعل بین السورتین خطاً یعنے فرمائے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم صرف قرآن شریف کے شروع میں لکھنا چاہئے۔ اور دو سورتوں کے بیچ میں فاصلہ کے لئے ایک خط کھینچ دینا کافی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ روایتیں خلاف اجماع امت ہیں۔ غالباً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ان روایتوں پر عمل نہ کرتے ہونگے۔ اس قسم کے امور میں ائمہ فن ہی کی تقلید ضرور ہے ورنہ عثمان بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی مثل صادق آتی ہے جن کا احوال میزان الاعتدال میں ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وہ بڑے جلیل القدر محدث ہیں۔ بخاری مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیحین میں اون پر اعتماد کیا ہے مطین کہتے ہیں کہ ایک روز عثمان نے

عثمان بن ابی شیبہ کا حال

یہ پڑھا (فضرب بینھم بسنور لہ ناب) لوگوں نے کہا آپ یہ کیا پڑھتے ہو
آیۃ شریفہ تو یوں ہے (فضرب بینھم بسور لہ باب) اس آیۃ شریفہ
کا یہ مطلب ہے کہ قیامت کے دن منافقین مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمارا
انتظار کرو تا ہم بھی تمہارے نور سے روشنی لیں۔ اہل ایمان اون سے
کہیں گے اگر ممکن ہو تو پیچھے لوٹو اور نور ڈھونڈ لاؤ یعنے دنیا سے یہاں
نور لانا چاہیے۔ منافق یہ سن کر پیچھے لوٹیں گے ساتھ ہی ایک بڑی دیوار
کھنچ جائیگی اوسمیں اہل ایمان داخل ہونیکے لئے دروازہ ہوگا جسکی خبر
حق تعالیٰ اس آیۃ سے دیتا ہے (فضرب بینھم بسور لہ باب)
اگر فضرب بینھم بسنور لہ ناب پڑھا جائے تو یہ مطلب ہوگا کہ
ساتھ ہی ایک بلی ان کے درمیان ماری جائے گی جسکو ناب یعنے کوچلی ہوگی
کہا حمزہ کی قرات ہمارے پاس بدعت ہے ابراہیم بن خصاف کہتے ہیں
کہ ایک روز عثمان نے پڑھا جعل السفینۃ فی رحل اخیہ لوگوں نے
کہا کہ قرآن مجید میں تو یوں ہے جعل السقایۃ فی رحل اخیہ) کہا عاصم کی
قرأت میں نہیں پڑھتا۔ حسن بن حباب کہتے ہیں کہ ایک روز اونہوں نے
الم ترکیف کی تفسیر میں بجائے الم تر کے الف لام میم تر) پڑھا۔ اسمٰعیل
بن محمد قشیری کہتے ہیں کہ (من الجوارح مکلّبین) میں من الخوارج مکلبین
پڑھا خطیب اپنے جامع میں لکھتے ہیں کہ جیسی تصحیف قرآن کی عثمان بن ابی شیبہ

ضرورت تقلید ائمہ و علمائے فن

سے منقول ہے کسی محدث سے نہیں۔ غرض ہر فن کے ائمہ کی تقلید چھوڑ دینے اسی قسم کی خرابیاں ہوتی ہیں۔ ورنہ عثمان جیسے محدث کا اس طرح آیتوں کا پڑھنا امر حیرت خیز ہے جو معمولی طالب علم ترجمہ داں سے بھی ایسی غلطی ہوئی عثمان بن ابی شیبہ کبھی حمزہ کی اور کبھی عاصم کی تقلید کا انکار کرتے تھے اس سے حکایت حال غیر مقلدین مقصود ہے کہ جو لوگ ائمہ فن کی تقلید نہیں کرتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لفظ لفظ پر اون سے غلطی ہونا ممکن ہے۔ سلامتی اسی میں ہے کہ ہر فن کے اکابر او رعلما کی تقلید کیجائے۔ اور جو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے قد جمعت المسند والفتہ من اکثر سبعمائۃ الف وخمسین الفا کما فی جواہر الاصول اس سے انحصار کل احادیث کا معلوم نہیں ہو سکتا۔ الحاصل واقع میں حدیثیں بہت تھیں اکثر مفقود ہو گئیں وجہ اوس کی یہ ہوئی کہ بنظر (من کذب علی متعمدا) کبھی اول تو خود صحابہ ہی روایت کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے باوجود اس قدر طول ملازمت کے کل تخمیناً سو روایتیں ہیں۔ پھر جس قدر صحابہ سے روایتیں ہوئی تھیں وہ بھی سب باقی نہیں رہیں اسلئے کہ اوسی زمانہ کے قریب میں بہت وضّاع وکذّاب پیدا ہو گئے اور محدثین کو اکثر احتیاط کرنی پڑی پھر احتیاط کی نوبت یہانتک پہونچی کہ ادنیٰ ادنیٰ بات پر بہت سی احادیث چھوڑی جاتی تھیں۔ چنانچہ

ابن الصلاح نے معرفت انواع علوم حدیث میں لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کسی نے شعبہ سے پوچھا کہ فلاں شخص کی حدیث کو آپنے کیوں چھوڑ دیا۔ کہا (رأیتہ یرکض علی برذون فترکت حدیثہ) یعنے وہ شخص گھوڑے کو ایڑ مارتا تھا اس لئے میں نے اوس کی حدیثیں چھوڑ دیا۔ مسلم بن ابراہیم سے کسی نے پوچھا کہ صالح بری کی حدیث کو کیوں تم نے چھوڑ دیا۔ مسلم نے جواب میں کہا ما یصنع بصالح ذکروا یوما عند حماد بن سلمۃ فامخط حماد یعنے کیا کریں صالح کو ایک روز حماد بن سلمہ کے روبرو اوس کا ذکر ہوا۔ حماد نے سن کر انکار سے ناک چھنکا۔ میزان الاعتدال میں محمد بن حمید الرازی کے احوال میں لکھا ہے کہ اون کو کسی نے کذاب کسی نے سارق الحدیث وغیرہ کہا اور کسی نے کہا کہ اُنکے پاس پچاس ہزار حدیثیں ہیں مگر میں اون سے ایک حرف روایت نہ کرونگا۔ لیکن احمد بن حنبل و ابن معین نے اون سے روایت لی ہے اور ابو زرعہ کا قول ہے کہ جس نے محمد بن حمید کو چھوڑ دیا اوس نے دس ہزار حدیثیں چھوڑ دیں۔ اور سوا اس کے بعض محدثین نے بوجہ رشک اور حسد باہمی کے ایک دوسرے کے حدیثیں چھوڑ دیں چنانچہ میزان الاعتدال میں حافظ ابی نعیم اصبہانی کے احوال میں لکھا ہے کہ ابن مندہ نے اون پر سخت تہمت لگائی تھی جس کا بیان مناسب نہیں۔ اور اکثر اقران میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ میں نہیں جانتا

کہ کوئی زمانہ ایسا گذرا ہو جس میں لوگ ایسے امور سے بچے ہوں سوائے انبیاء
وصدیقین کے۔ اگر چاہوں تو اوس کے نظائر سے کئی جز بھر دوں۔ اسی طرح
بعضوں کو کسی جماعت خاص سے ایک قسم کی مخالفت ہوتی ہے چنانچہ مولانا
محمد عبد الحی صاحب نور اللہ مرقدہ نے السعی المشکور میں لکھا ہے۔ ذہبی کی
عادت تھی جب کبھی صوفیہ و اشاعرہ کا ذکر کرتے عیوب کے ساتھ کرتے۔
جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ قمع المعارض فی نصرۃ ابن الفارض میں لکھتے ہے
وان غرك دندنة الذهبى فقد دندن على الامام فخر الدين
بن الخطيب ذى الخطوب وعلى اكبر من الامام وهو ابو طالب
المكى صاحب قوت القلوب وعلى اكبر من ابى طالب وهو الشيخ
ابو الحسن الاشعرى الذى يجول فى الآفاق ويجوب وكتبه
مشحونة بذلك الميزان والتاريخ وسير النبلاء فقابل انت
كلامه فى هؤلاء كلا والله لا يقبل كلامه فيهم بل نوصلهم
ونوفيهم اور محمد بن فضل اللہ محبی خلاصۃ الاثر فی اعیان الحادی عشر میں
لکھتے ہیں قال التاج السبكى فى طبقات الشافعية هذا شيخنا
الذهبى له علم وديانة وعنده على اهل السنة تحمل مفرط فلا
يجوز ان يعتمد عليه وهو شيخنا ومعلمنا غير ان الحق احق
بالاتباع وقد وصل من التعصب المفرط الى حد يستحى

منہ و انا اخشی علیہ من غالب علماء المسلمین و ائمتھم
الذین حملوا الشریعۃ النبویۃ فان غالبھم اشاعرۃ وھو اذا
وقع باشعری لایبقی ولایذر والذی اعتقدہ انھم خصماؤہ
یوم القیمۃ فاللہ المسئول ان یخفف عنہ وان یشفیھم اور
عبد الوہاب شعرانی کتاب الیواقیت والجواہر فی ذکر عقائد الاکابر میں لکھتے ہیں
من سئل الحافظ اباعبد اللہ الذھبی عن قول الشیخ محی الدین
فی کتابہ الفصوص انہ ما صنعہ الا باذن من الحضرۃ النبویہ
فقال ما اظن ان مثل ھذا الشیخ یکذب مع ان الحافظ الذھبی
کان من اشد المنکرین علی الشیخ وعلی طائفۃ الصوفیۃ ھو وابن التیمیۃ
اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن میں یہ بات ثابت تھی کہ جنھوں نے
قول و عمل کو ایمان میں داخل نہیں کیا اون کی روایت معتبر نہیں جیسا کہ
ابھی معلوم ہوا۔ مولانا محمد عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ نے الرفع والتکمیل میں طبقات
شافعیہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے ینبغی لک ایھا المسترشد
ان تسلک سبیل الادب مع الائمۃ الماضیین وان لا تنظر الی
کلام بعضھم فی بعض الا اذا اتی ببرھان واضح ثم ان قدرت
علی التاویل وتحسین الظن فدونک والا فاضرب صفحا عما جری بینھم
فانک لم تخلق لھذا فاشتغل مما یعنیک ودع مالا یعنیک وایاک ثم ایاک

ان تصغی الی ما اتفق بین ابی حنیفۃ وسفیان الثوری او بین مالک وابن ابی ذئب او بین احمد والحارث المحاسبی وھلم جراً الی الزمان القر بن عبد السلام والبیھقی ابن الصلاح مولانائے ممدوح نے السعی المشکور کے متن میں اعلام ثلاثہ کا قول نقل کیا ہے ذکرہ ابوحفص الفلاس فقال لیس بشئی۔ قلت ھذا من کلام الاقران الذی لایسمع تھا یعنے جمع میں اقران کا کلام نہیں سنا جاتا ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ محدثین نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کے لینے کو ترک کر دیا تھا اسکا سبب یوں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ تھا کہ (تلفظ بالقران مخلوق ہے) اور محدثین اس اعتقاد والوں کو (لفظیہ) کہتے تھے جو ایک شاخ فرقہ جہمیہ کی ہے۔ سب سے پہلے حسین بن علی کرابیسی جو امام شافعی کے شاگرد خاص تھے اس بات میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عقیدہ ہوئے۔ جس کی وجہ سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اون سے ملاقات کرنا ترک کر دی اور پیچھے بعد داؤد بن علی اصبہانی جو سرگروہ فرقہ ظاہریہ کے ہیں وہ بھی اس عقیدہ میں امام بخاری کے مقلد ہوئے۔ اور جب وہ بغداد آئے تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس اعتقاد کی وجہ سے اون کو اپنی مجلس میں آنے کی اجازت نہ دی۔ ابن ابی حاتم نے جہمیہ کے رد میں جو کتاب لکھی ہے اوسمیں کئی ائمہ حدیث

لفظ القرآن کے مخلوق ہونے کا قول

کے قول سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ لفظیہ فرقہ جہمیہ سے ہیں۔ جس کے ثبوت میں فتح الباری کی یہ عبارت ہے وهذه المسئلة هي المشهورة بمسألة اللفظ ويقال لاصحابها اللفظية واسند انكار الامام احمد رحمة الله عليه ومن تبعه على من قال لفظي بالقران مخلوق ويقال ان اول من قاله الحسين بن علي الكرابيسي احد اصحاب الشافعي الناقلين لكتابه القديم فلما بلغ ذلك احمد بدعه وهجره ثم قال بذلك داود بن علي الاصبهاني راس الظاهرية وهو يومئذ بنيسابور فانكر عليه اسحاق وبلغ ذلك احمد فلما قدم بغداد لم يأذن له في الدخول عليه وجمع ابن ابي حاتم اسماء من اطلق على اللفظية انهم جهمية فبلغوا عددا كثيرا من الائمة وافرد لذلك بابا في كتابه الرد على الجهمية امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العلو میں لکھا ہے کہ عبد اللہ نے اپنے والد امام احمدؒ سے پوچھا آپ کیا فرماتے ہیں اوس شخص کی نسبت جو یہ بات کہے کہ تلاوت اور ہمارا تلفظ قرآن کے ساتھ مخلوق ہے اور قرآن کلام الٰہی غیر مخلوق ہے فرمایا یہ اعتقاد جہمیہ کا ہے قال الذهبي في كتاب العلو ان الحافظ الليث عبد الله بن الامام احمد رضي الله عنه قال سألت ابي مايقول في رجل قال التلاوة مخلوقة والفاظنا بالقرآن مخلوقة

اکابر محدثین کا عقیدہ تھا کہ تلفظ بالقرآن مخلوق نہیں

والقرآن کلام اللہ لیس بمخلوق قال ھذا الکلام الجھمیۃ الحاصل اکابر
محدثین اس بات کے قائل تھے اور اونکا یہ عقیدہ تھا کہ تلفظ بالقرآن بھی
مخلوق نہیں) منجملہ اون اکابر کے شیخ الاسلام محمد بن یحییٰ ذہلی کا بھی یہی عقیدہ
تھا۔ محمد بن یحییٰ بہت بڑے محدث تھے اکثر اکابر محدثین اور ابی ذرعہ وغیرہ
کو اون سے تلمذ تھا۔ ابوذرعہ کی جلالت شان کی نسبت ابن حجر نے مقدمہ
فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ وہ شخص ہیں کہ امام مسلم کہتے ہیں جب میں نے صحیح لکھی
ابوذرعہ کو بتلایا انہوں نے جن جن حدیثوں میں علت بیان کی اونکو میں نے

ذہبی کا احوال اور اون کے اقوال

کتاب سے نکالدیا۔ ذہبی نے طبقات میں اور صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے
خلاصۃ التہذیب میں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی ذہلی کے شاگرد ہیں
ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الحفاظ میں محمد ابن سہل سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ
ذہلی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ملاقات کو آئے۔ احمد اونکی تعظیم کیلئے
اوٹھ کھڑے ہوئے اس پر اہل مجلس کو تعجب ہوا مگر وہ ایک جلیل القدر تھے
اس لئے سب مؤدب ہوگئے امام نے اپنے فرزندوں اور شاگردوں سے
مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم سب ان کی شاگردی سے استفادہ حدیث کا کیا کرو
جو باعث فخر ہے۔ ذہلی کا قول تھا جس نے کہا کہ تلفظ بالقرآن مخلوق ہے
وہ بدعتی ہے اوس کے ساتھ نہ بیٹھیں اور نہ اوس سے بات کیا کریں پھر جو نہی
جب معلوم ہوا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اعتقاد بھی یہی ہے تو سب اہل مجلس

سے کہدیا کہ جو کوئی بخاری کے پاس جائے وہ اون کے ہم مذہب ہونے پر
ضرور متہم ہوگا اسوجہ سے سوائے مسلم اور احمد بن سلمہ کے کل محدثین نے اون سے
ملاقات اور حدیث لینے کو ترک کردیا تھا - ایک روز ذہلی نے فرمایا جو شخص
تلفظ بالقران کو مخلوق کہتا ہو اوس کو حلال نہیں کہ ہماری مجلس میں آوے
اوس مجلس میں مسلم بھی موجود تھے سنتے ہی اپنی چادر لیکر اوٹھ کھڑے ہوگئے
اور گھر جاکر جتنی روایتیں بخاری سے لکھیں تھیں اون سب کا بوجھ حمال پر
رکھکر ذہلی کے پاس بھیجدیں جو اس عبارت سے ظاہر ہے ذکر فی مقدمۃ
فتح الباری قال ابوحامد ابن الشرقی سمعت محمد بن یحیی الذھلی
یقول القران کلام اللہ غیر مخلوق ومن زعم لفظی بالقران مخلوق
فھو مبتدع ولا یجالس ولا یکلم ومن ذھب بعد ھذا الی محمد
بن اسمعیل فاتھموہ فانہ لا یحضر مجلسہ الا من کان علی مذھبہ
وقال الحاکم ولما وقع بین البخاری رحمۃ اللہ علیہ و بین الذھلی
رحمۃ اللہ علیہ فی مسئلۃ اللفظ انقطع الناس عن البخاری رحمۃ اللہ علیہ
الا مسلم بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ و احمد بن سلمۃ قال الذھلی
علی من قال باللفظ فلا یحل لہ ان یحضر مجلسنا فاخذ مسلم رحمۃ اللہ علیہ
رداءہ فوق عمامتہ وقال علی رؤس الناس فبعث الی الذھلی
جمیع ما کان کتبہ علی ظھر حمال ابو عمر کہتے ہیں کہ بعد اس واقعہ کے میں نے

امام بخاری کی ملاقات کر کے اون سے پوچھا کہ کیا آپ کا اعتقاد یہ ہے کہ (تلفظ بالقران مخلوق ہے) کہا اے عمر یاد رکھو کہ جو کوئی خواہ اس شہر نیشاپور کا یا کسی اور شہر کا یہ کہے کہ میں نے تلفظ بالقرآن کو مخلوق کہا ہے۔ وہ شخص جھوٹا ہے۔ ہاں میں نے یہ کہا کہ افعال بندوں کے مخلوق ہیں کما فی مقدمہ فتح الباری قال ابوعمرو فاتیت البخاری رحمۃ اللہ علیہ فذاکرتہ بشیٔ من الحدیث حتی طابت نفسہ فقلت یا ابا عبداللہ ھھنا من یحکی عنک انک تقول لفظی بالقران مخلوق فقال یا ابا عمرو واحفظ عنی من زعم من اھل نیشافور وسمی غیرھا من البلد ان بلاد اکثرہ انی قلت لفظی بالقران مخلوق فھو کذاب فانی لم اقلہ الا انی قلت افعال العباد مخلوقۃ اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ محدثین نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو فرقۂ جہمیہ میں داخل کیا اور اون سے روایت لینے کو ترک کر دیا تھا تو کیا واقعی وہ اس بات کے سزاوار ہو سکتے تھے ہرگز نہیں اب مبنیٰ اس خلاف کا معلوم کرنا چاہئے کہ کیا تھا اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے امام تہمت کی وجہ سے متروک الروایت ہو گئے تھے مبنیٰ جرح کا یہ تھا کہ (تلفظ بالقرآن) کو مخلوق کہنے سے قران کے مخلوق ہونیکا ایہام ہوتا ہے جو کفر ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہرگز یہ اعتقاد نہ تھا اور نہ وہ اس کے قائل تھے کہ کلام الٰہی جو ملفوظ ہے مخلوق ہے بلکہ وہ ایک

غامض اور نازک فرق بیان کرکے فرماتے تھے کہ تلفظ بالقرآن ہمارا فعل ہے
اس کو مخلوق کہنے میں کوئی تامل نہیں۔ ورنہ بعض افعال عباد کا غیر مخلوق
ہونا لازم آئے گا چنانچہ اونھوں نے کتاب خلق افعال العباد اسی غرض
سے لکھی۔ اور ابتدا میں یہ ثابت کیا کہ قرآن غیر مخلوق ہے۔ پھر بیان کیا
کہ بندہ کے طرف قرآن منسوب نہیں بلکہ قرأت منسوب ہے۔ اس لئے کہ
قرآن خدا تعالی کا کلام۔ اور قرأت بندہ کا فعل ہے جس نے ان دونوں میں
فرق نہ کرسکا اوس کو دل کا اندھا کہنا بیجا نہ ہوگا کما قال فی خلق
افعال العباد وقد یقال فلان حسن القراءة وردی القراءة
ولا یقال حسن القران وردی القران وانما نسب الی العباد
القراءة لا القران لان القران کلام الرب جل ذکرہ والقراءة
فعل العبد ولا یخفی معرفة ھذا القدر الا علی من عمی قلبه ولم
یوفقه ولم یهد سبیل الرشاد ابن حجر نے فتح الباری کے باب کر اللہ بالامر
میں اس کا فیصلہ عمدہ طور پر کیا ہے کہ جب کسی عالم کو کوئی ایک بدعت کے
رد کرنے میں توغل ہوجاتا ہے تو اکثر اوس کے کلام اوس کی تحریر اوس کے
خیال کے موافق ہوتی ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اون لوگوں کے خلاف میں
تھے جن کا عقیدہ تھا کہ قرآن مخلوق ہے اور اسی پر اون لوگوں کے رد کرنے
میں مبالغتاً کوشش کیا کرتے تھے یہاں تک خیال ہوگیا تھا کہ جو شخص اس مسئلہ

میں توقف کرتا یا اون کے خلاف اپنے عقیدہ کا اظہار کرتا تو اوس سے انکار کرنے لگتے اور جس شخص نے تلفظ بالقرآن کو مخلوق ہے کہا اوسکا بھی رد کرتے اس خیال سے کہ مبادا کوئی اس پیرایہ میں (قرآن ملفوظ کو مخلوق نہ کہدے) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اون لوگوں کے رد کرنے میں خیال ہوگیا تھا جنھوں نے آواز۔ اور قرآن کی سیاہی۔ اور ورقوں کو بھی غیر مخلوق ہے کہنے لگے تھے۔ اوسی وقت ضرورت ہوئی کہ تلاوت اور نفس قرآن میں فرق تبلائیں۔ حاصل یہ کہ واقع میں امام احمد بن حنبل۔ ذہلی وغیرہ محدثین۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں کوئی خلاف نہ تھا صرف قصور فہم یا اختلاف رائے کی وجہ سے دو جماعتیں قائم ہوگئیں تھیں۔ اور نہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر کسی طرح کا جرح ہوسکتا ہے۔ مسئلہ (کمی و زیادتی ایمان میں) محدثین اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مابین جو کچھ اختلاف تھا ظاہری اور جو نزاع تھی لفظی ہے درحقیقت دونوں کا مطلب اور منشا ایک ہی تھا۔ جس کے موافقت اور تطابق کو ہم نے التبیان فی مسئلہ الایمان میں ثابت کیا ہے۔

اور سنئے کہ کل خوارج اور معتزلہ کے فرقے اور بعض دوسرے فرقوں کے لوگ اس بات کے معتقد ہیں کہ مرتکب گناہ کبیرہ کا فر ہے اگر بغیر توبہ کے مرجائے تو مثل کفار کے ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور کل اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے کہ (مرتکب کبیرہ قطعی دوزخی نہیں۔ حق تعالیٰ اگر چاہے معاف کردے اگر دوزخ

میں داخل بھی ہوگیا ہے تو بعد شفاعت دوزخ سے نکلے گا۔ اگر ایمان مجموعہ تصدیق۔ قول۔ وعمل کا قرار دیا جائے تو ایک جز کے فوت ہوجانے سے مجموعہ کا فوت ہونا لازم آتا ہے۔ جیسا کہ منافق میں قول۔ اور عمل پائے جاتے ہیں مگر صرف ایک جزو تصدیق کے نہ پائے جانے سے ایمان صادق نہیں آتا جس کی وجہ سے وہ بے ایمان دوزخ میں ابدالآباد رہے گا۔ اسی طرح اگر تصدیق واقرار موجود ہوں اور عمل نہ ہو تو بھی ایمان نہ پائے جانے سے خلود نار لازم آئیگا حالانکہ اس اعتقاد والوں کا فرقہ اور مذہب باطل ہے اس مسئلہ میں جناب امام اعظم علیہ الرحمۃ نے غور کیا کہ محدثین اور اکابر سلف کا یہ مذہب بھی نہیں اور عمل کو ایمان میں داخل کرنے سے یہ غرض تھی کہ لوگ کہیں عمل کو ترک نہ کردیں اور اگر عمل جز بھی ہے تو کمال ایمان کا جز ہے اصل ایمان کا جز نہیں۔ اس لئے امام صاحب نے تصریح کردی کہ نفس ایمان تصدیق کا نام اور عمل اوس کے جز ہیں۔ قرآن وحدیث سے بھی یہی بات ثابت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ۔ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الاسلامُ علانیۃ والایمانُ فی القلب

یعنے اسلام ظاہر ہوتا ہے اور ایمان دل میں ہے۔ اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے یخرج من النار من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من الایمان یعنے
دوزخ سے نکلے گا وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا سوا
اس کے بہت سے آیات اور احادیث سے ظاہر ہے کہ ایمان صرف تصدیق
قلبی کو کہتے ہیں نہ مجموعہ تصدیق و اعمال کو جس کے نہ پائے جانے سے
خلود نار لازم آئے کہ جو اعتقاد یہ مذہب فرق باطلہ کا ہے اس لئے جناب
امام صاحب نے اعمال کو ایمان میں داخل نہیں کیا۔ بعض محدثین نے
اس کلام کو نہ سمجھ کر ان پر مرجیہ ہونے کا الزام لگایا حالانکہ وہ اس الزام سے
بالکل پاک اور بری ہیں کیونکہ مرجیہ کے نزدیک عمل ضرور نہیں۔ اور امام صاحب
نے تصریح کر دی کہ عمل ضرور ہے یہاں تک کہ ایمان و اسلام کو باہم مثل ظاہر
و باطن قرار دیا کہ کوئی ایک بغیر دوسرے کے متحقق نہیں ہو سکتا کما قال
فی الفقہ الاکبر الاسلام ھو الانقیاد والتسلیم لاوامر اللہ تعالٰی
فمن طریق اللغۃ فرق بین الایمان والاسلام ولکن لا یکون
ایمان بلا اسلام والاسلام بلا ایمان وھما کالظھر مع البطن
ابو شکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ نے تمہید میں لکھا ہے روی عن عثمان بن ابی لیلی
انہ کتب الی ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وقال انتم مرجیۃ فاجابہ
وقال المرجیۃ علی ضربین مرجیۃ ملعونۃ وانا بری منھم ومرجیۃ

مرحومة وهم اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم دلیل فیه
بان الانبیاء علیهم السلام قالوا کذلک الا تری ان عیسی
علیه السلام قال ان تعذبهم فانهم عبادک باوجود اس تصریح کے
جو امام صاحب نے کی اگر اون پر مرجی ہونے کا بھی الزام لگایا جاوے تو
یہ بات بعینہ ایسی ہوگی کہ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر جہمی ہونے کا بیجا
الزام لگایا جاوے) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ میں نے اون
لوگوں سے روایت نہیں لی جنھوں نے عمل کو ایمان سے خارج سمجھا۔
کما فی مقدمۃ فتح الباری وقال ای البخاری ایضا لم اکتب
الا عمن قال الایمان قول وعمل کیا اس الزام سے امام صاحب اور
اون کے اتباع میں جرح یا اون کی کسر شان ہو سکتی ہے ہرگز نہیں جیسا
کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کو (ضعفا)
یعنے راویان ضعیف میں لکھا ہے۔ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ میزان الاعتدال میں
لکھتے ہیں کہ اگر بخاری رحمۃ اللہ علیہ اون کو ضعفا میں نہ لکھتے تو میں اس کتاب
میں اون کا ذکر نہ کرتا کیونکہ وہ اولیاء صادقین سے ہیں۔ ذہبی نے میزان الاعتدال
میں اونہیں لوگوں کا ذکر کیا جن پر کسی قسم کی جرح ہوئی ہے۔ اور اویس قرنی
رحمۃ اللہ علیہ اس قابل کہاں جو ایسے لوگوں کے ساتھ ذکر کئے جائیں اونکے
تقدس وفضیلت پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس تعریفانہ ارشاد

وارد جو مسلم شریف میں روایت ہے عن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد قال ان رجلا یاتیکم من الیمن یقال لہ اویس لا یدع بالیمن غیر ام لہ قد کان لہ بیاض فدعا اللہ فاذھب عنہ الا موضع الدینار والدرھم ومن لقیہ منکم فلیستغفر لکم یعنے روایت ہے عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص یمن سے تمھارے پاس آویگا جن کا نام اویس ہے نشانی اون کی یہ ہے کہ اون کے چشم پر سفیدی تھی جو دعا کی وجہ سے جاتی رہی صرف ایک دینار یا درہم کے برابر باقی ہے اگر کوئی تم میں سے اون کی ملاقات کریں تو اون سے دعاء مغفرت طلب کرو وعن عمر رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول خیر التابعین یقال لہ اویس ولہ والدۃ وکان بہ بیاض فمروہ فلیستغفر لکم رواہ مسلم وفی روایۃ لہ لو اقسم علی ربہ لابرہ یعنے عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرماتے تھے سب تابعین سے بہتر ایک شخص ہیں جن کا نام اویس ہے اون سے تم کہو کہ تمھارے لئے دعاء مغفرت کریں۔ اسیطرح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے روایات کو معتبر نہیں سمجھا چنانچہ ذہبی نے طبقات الحفاظ میں لکھا ہے کہ سوا بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تمام امت امام جعفر رضی اللہ عنہ کو معتبر اور معتمد سمجھتے ہیں۔

غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اویس کو ضعفا میں شریک کیا اور مروان
بن حکم کی روایتیں لینے میں تامل نہیں کیا چنانچہ صحیح میں کئی روایتیں موجود
ہیں حالانکہ اوس نے طلحہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور جو جو خرابیاں کیں ظاہر ہے
ذہبی نے میزان میں لکھا ہے وله اعمال موبقة نسئل الله السلامة رمى
طلحة بسهم وفعل ما فعل ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ اسد الغابہ میں
لکھا ہے عن نافع ابن جبیر ابن مطعم عن ابیه قال كنا مع النبي صلى الله
عليه وسلم فمر الحكم ابن ابي العاص فقال النبي صلى الله عليه
وسلم ويل لامتي مما في صلب هذا یعنے جبیر ابن مطعم کہتے ہیں کہ
ایک روز ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حکم ابن عاص مروان
کا باپ روبرو سے گذرا حضرت نے اوسکو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ جو
اس کی پیٹھ میں ہے اوس سے میری امت کی خرابی ہوگی چنانچہ ویسا ہی ہوا
اور مروانی حکومت سے اکابر دین وغیرہ مسلمین پر نہایت ظلم ہوا۔ قسطلانی
رحمۃ اللہ علیہ اوس حدیث کی شرح میں جس میں مروان نے یزید کے ہاتھ پر
بیعت کرنیکے لئے خطبہ پڑھا تھا یہ روایت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل
کی ہے لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم مروان في صلبه
الحاصل مروان کی روایات کو قبول کرنیسے نہ اوسکی اتقی فضیلت لازم آتی ہے
اور نہ اویس قرنی۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہا کی روایت نہ لینے سے

اون کی منقصت شان ہوسکتی ہے نہ ایسے امور جزئیہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان میں فرق آسکتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی ایسے جلیل القدر مسلم بزرگ کی جناب میں تعصب سے بے ادبانہ گستاخی کرے تو وہ تادیب کا مستحق ہے چنانچہ میزان میں ذہبی نے لکھا ہے کہ جب یحییٰ ابن معین کو معلوم ہوا کہ حسین کرابیسی نے امام احمد ابن حنبل کی شان میں کلام کیا ہے تو لعنت کہہ کر کہا کہ یہ شخص کس قدر ضرب وتادیب کا محتاج ہے۔ بڑی افسوس اور سمجھنے کی بات ہے کہ اس زمانہ میں بعض مقلدین ائمہ حدیث کی شان میں اور غیر مقلدین فقہائے سلف کی نسبت جو بیباکانہ بے ادبانہ گستاخیاں کرتے ہیں مسلمانوں کی منصفانہ شان سے بعید ہے۔ حق تعالیٰ مسلمانوں کا حال اس طرح بیان فرماتا ہے کہ والذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم اور جب کہ ہزارہا علما نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ سمجھ کر مان لیا تو بعض امور جزئیہ کی وجہ سے اوسمیں نہ کسی کو کلام اور نہ موقع اعتراض باقی رہا دوسری جگہہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ ونُصلِہ جہنم وساءت مصیرا الحاصل اقسام کے یہ اسباب ہوئے جن کی وجہ سے تمام احادیث مصنفین تک نہ پہنچ سکیں پھر کیونکر یقین ہو

کہ اوس واقعہ کو جسمیں بہت لوگ شریک تھے سوائے ایک شخص کے کسی نے
روایت نہ کی۔ اسکو بھی جانے دیجئے یہ تو ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ہر جمعہ میں ایک نیا خطبہ پڑھتے اور سیکڑوں صحابہ اوس وقت حاضر رہتے تھے
اس حساب سے ضرور ہے کہ تخمیناً چھ سو اصل خطبہ بروایات مختلفہ موجود ہوں
حالانکہ اون خطبوں کا وجود معدوم ہے اسی طرح پچاس ہزار حدیثیں فن قرأت
میں جس کی خبر حافظ ابو احمد عسال نے دی ہے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے
اسی وجہ سے رفع الملام عن الائمۃ الاعلام میں لکھا ہے فلا یجوز ان یدعی
انحصار احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی دواوین معلینۃ
غرض قرینۂ مذکورہ سے بھی قطعاً موضوع ہونا حدیث کا لازم نہیں آتا اور
موضوع ہونے کا ایک یہ بھی قرینہ ہے کہ نقاد حدیث کے نزدیک وہ حدیث
نہ پائی جاوے چنانچہ تدریب الراوی میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے قول
ابن سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کیا ہے کہ قطعاً وہ حدیث موضوع نہ ہوگی جو نقاد
حدیث کے نزدیک نہ پائی جاوے یعنے نہ اون کو یاد ہو نہ اون کے کتابوں میں
مذکور ہو انتہیٰ یہی قول صاحب معتمد کا ہے انتہیٰ۔ ہرچند کہ یہ بات بظاہر ٹھیک
معلوم ہوتی ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ بھی قطعی قرینہ نہیں
اس لئے کہ کسی کا روایت نہ کرنا تو جب معلوم ہو کہ تمام دنیا کے علما کا علم
اور جمیع کتب احادیث کا حفظ از بر ہو اور یہ ممکن نہیں چنانچہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے

رفع الملام میں لکھا ہے وانما یتفاضل العلماء من الصحابۃ ومن بعدھم بکثرۃ العلم او جودتہ واما احاطۃ واحد بجمیع حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھذا لا یمکن ادعاؤہ اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تدریب میں عز ابن جماعہ کی تقریر جو اسی قسم کی ہے نقل کرکے یہ واقعہ ذکر کیا کہ ایک روز ابو حاتم نے رشید کی مجلس میں ایک حدیث پڑھی اوسوقت زہری رحمۃ اللہ علیہ بھی اوس مجلس میں موجود تھے سن کر کہا کہ اس حدیث کو میں نہیں جانتا۔ ابو حاتم نے کہا کہ کیا کل حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کو یاد ہیں یا آدھے۔ زہری نے کہا کہ نہیں مگر آدھے تو مجھے یاد ہیں۔ جواب میں ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس حدیث کو بھی اونھیں آدھی حدیثوں میں سمجھ لیجئے جو آپ کو یاد نہیں۔ اور ایک وہ قرینہ ہے جس کو ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے پسند کیا ہے۔ کما فی تدریب الراوی وقال ابن الجوزی الحدیث المنکر یقشعر لہ جلد الطالب وینفر قلبہ فی الغالب و ایضا فیہ وقال ابن الجوزی ما احسن قول القائل اذا رایت الحدیث یبائن المعقول او یخالف المنقول او یناقض الاصول فاعلم انہ موضوع قال مناقضۃ الاصول ان یکون خارجا من دواوین الاسلام فی المسانید والکتب المشھورۃ یعنے حدیث منکر سننے سے اکثر طالب کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل میں ایک قسم کی نفرت پیدا ہو جاتی ہے

کسی کا کیا اچھا قول ہے کہ جب کوئی حدیث عقل یا نقل یا کتب مشہورہ کے
مخالف ہو تو سمجھو کہ وہ حدیث موضوع ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تدریب
شرح تقریب میں لکھتے ہیں کہ ابن جوزی نے موضوعات میں حدیث حسن کو بھی
داخل کردیا ضعیف تو کہاں بلکہ صحیح کو بھی شریک کردیا زیادہ تر نادر یہ ہے کہ
ایک حدیث صحیح مسلم کی اوسمیں لکھدی ہے کما قال وقد اکثر
جامع الموضوعات فی نحو جلدین اعنی ابا الفرج ابن الجوزی فذکر
فی کتابه کثیرا مما لا دلیل علی وضعه بل هو ضعیف بل قرینة
الحسن والصحیح واغرب من ذلک ان فیه حدیثا من صحیح مسلم
اور تعقبات میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری کے دو ۲
حدیثیں اون کے موضوعات میں موجود ہیں کما قال ووجدت فیه
ای فی موضوعات ابن الجوزی حدیثا من صحیح البخاری من روایة
حماد بن شاکر والاخر متنه فی البخاری من روایة صحابی غیر الذی
اورده عنه اور اوسی کتاب میں لکھا ہے کہ اڑتیس ۳۸ حدیثیں مسند امام احمد
حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے۔ اور نو ۹ ابوداؤد کے اور تین ۳ جامع ترمذی کے اور
دس نسائی کے اور تین ۳ ابن ماجہ کے۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات
میں داخل کردیا ہے۔ شاید استبعاد عقلی کی وجہ سے ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ
نے اس حدیث کو بھی موضوعات میں داخل کیا۔ النظر الی علی عبادة

حالانکہ خود معترف ہیں کہ گیارہ صحابی جلیل القدر سے یہ روایت وارد ہے۔
امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تعقبات میں لکھا ہے کہ اگر حدیث متروک اور
منکر بھی ہو تو تعدد طرق کی وجہ سے ضعیف کے بلکہ حسن کے درجہ کو پہونچ سکتی ہے
یہ حدیث تو گیارہ طریقوں سے اور گیارہ صحابیوں سے مروی ہے ایک جماعت
محدثین کی رائے ہے کہ جو حدیث اتنے طریقوں سے مروی ہو تو وہ درجہ تواتر
کو پہونچ جاتی ہے حیث قال حدیث النظر الی علیّ عبادۃٌ اوردہ من
حدیث ابی بکر وعثمان وابن مسعود وابن عباس ومعاذ وجابر وابی هریرۃ
وانس وثوبان وعمران بن حصین وعائشۃ رضی اللہ عنهم
قلت المتروك والمنكر اذا تعددت طرقه ارتقی الی درجة الضعیف
الغریب بل ربما یرتقی الی الحسن وهذا ورد من روایة احد
عشر صحابیا بعدة طرق وتلك عدة المتواتر فی رای جماعة وقد
اخرج الحاکم فی المستدرك حدیث عمران بن حصین ثم اخرج حدیث
ابن مسعود شاهدا له والله اعلم اسی طرح ابن جوزی نے اس حدیث
کو موضوع لکھا ہے جسمیں ابدال کا ذکر ہے حالانکہ وہ حدیث بہت طریقوں سے
وارد ہے چنانچہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تعقبات میں لکھتے ہیں کہ وہ حدیث
نہ صرف صحیح ہے بلکہ کہہ سکتا ہوں کہ حد تواتر کو پہونچ گئی ہے اور اس باب میں
اونھوں نے ایک رسالہ لکھا ہے جسمیں تمامی طرق اس حدیث کے مذکور ہیں

خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ اس حدیث کو امام احمدؒ نے مستدرک اور کتاب الزہد
میں اور طبرانی نے معجم اوسط۔ اور کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں اور ہیثمی
نے مجمع الزوائد میں۔ اور خلال نے کرامات الاولیا میں اور ابونعیم نے حلیہ میں
اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابوداؤد نے مراسیل میں۔ اور ابن
ابی الدنیا نے کتاب الاولیا میں اور ابن جریر نے تفسیر میں۔ اور دیلمی اور
ابن عساکر رحمہم اللہ علیہم نے روایت کی ہیں۔ بعض طریق اوس کے صحیح
ہیں اور بعض حسن وغیرہ اور عمر اور علی اور انس اور عباد ابن الصامت
اور ابن عباس اور ابن مسعود اور عوف بن مالک۔ اور معاذ بن جبل اور
ابوسعید خدری اور ابوہریرہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم اجمعین صدر اول میں
اوس کے راوی ہیں اور علی ہذا القیاس طبقہ تابعین و تبع تابعین میں راوی
اوس کے بکثرت ہیں جس سے یہ بات قطعاً معلوم ہو سکتی ہے کہ وجود ابدال
کا تواتر معنوی ثابت ہے۔ ہر چند ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ ابن جوزی رحمۃ اللہ
علیہ کو احادیث کے موضوع قرار دینے میں نہایت تشدد و اہتمام تھا مگر
در اصل وہ اس امر کے موجد نہیں چنانچہ ابھی معلوم ہوا کہ خلاف معقول
و منقول کو موضوع سمجھتے ہیں وہ کسی کا قول نقل کرتے ہیں اور دوسرے
محدثین نے اون کے اس طریقہ کو پسند بھی کیا ہے چنانچہ تعقبات میں ذہبی
کا قول نقل کیا ہے حیث قال قال الذہبی فی تاریخہ نقلت من خط

السیف احمد بن المجد قال صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات فی ذکر ہی
بمخالفتہ للنقل والعقل۔ وجہ اس تشدد کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ کمال خیرخواہ
تضعیف العقول کی ہمیشہ ان حضرت کے پیش نظر ہاکی اور خیال یہ ہا کہ
کہیں ایسا نہ ہو کوئی بات صحیح حدیث کی سمجھ میں نہ آئے اور انکار کر بیٹھیں
جس سے ایمان جاتا رہے اس لئے جب اونھوں نے دیکھا کہ کسی حدیث
کا مضمون مخالف عقل یا نقل ہے تو اب تشویش پیدا ہوئی اور یہ خیال آجا
کہ جہانتک ہو سکے اون بیچاروں کی نجات کیلئے فکر کی جائے چونکہ مدار صحت
حدیث کا اسناد پر ہے اور اوس پر نظر ڈالے پھر ہر ایک اسناد ایسے اسناد کہاں
جو من جمیع الوجوہ سالم ہے اور ظاہر ہے کہ باوجود اسقدر احتیاط کے خود بخاری و مسلم
کے راویوں میں کس قدر کلام ہے جسکا حال کسیقدر اوپر معلوم ہوا جب ایسے ایسے اسنادوں کا
یہ حال ہو تو اوروں کا کیا ٹھکانا غرض خواہ مخواہ جب کوئی ایسا راوی ملجاتا
جسمیں محدثین نے کلام کیا تھا تو اوس پر موضوعیت کا حکم لگا دیا اور اوسکی
یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ثقات محدثین خود اس قسم کی حدیثیں روایت کرنے
میں نظر (تکلموا الناس علی قدر عقولهم) احتیاط کیا کرتے ہیں چنانچہ
ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان میں لکھا ہے حماد عن ثابت عن انس ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قرأ (فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ) قال اخرج طرف
خنصرہ وضرب علی ابهامه فساخ الجبل فقال حمید الطویل

لثابت تحدث مثل هذا قال فضرب فی صدر حمید وقال یقول انس ویقوله رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واکتمہ انا)
ثابت حماد سے اور وہ انس سے روایت کرتے ہیں کہ پڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیۃ شریفہ فلما تجلی ربہ جسمیں تجلی طور کا بیان ہے اور ارشاد فرمایا سر خنصر سے یعنے مقدار تجلی بہت کم تھا۔ حمید طویل نے ثابت سے کہا کہ تم اس قسم کی روایتیں بیان کرتے ہو اور مقصود کہنے سے یہ تھا کہ بیان نہ کریں یہ سن کر ثابت نے حمید کے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا کہ جس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیں اور انس اوس بات کو ظاہر کریں تو کیا میں چھپا سکتا ہوں۔ اس روایت کے ثبوت میں حمید رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی شک نہ تھا اس لئے کہ ثابت معتمد شخص ہیں اور خاص انس رضی اللہ عنہ سے سنی باوجود اس کے ثابت کا بیان حمید رحمۃ اللہ علیہ کو ناگوار معلوم ہوا اور یہی وجہ ہے کہ عجائبات کے روایت کرنے والے ساقط الاعتبار سمجھے جاتے ہیں جیسا کہ کتب رجال سے ظاہر ہے۔ محدثین ذوالنون مصری رح کے کرامات اور تقدس کے قائل ہیں مگر اون کی روایات میں کلام کرتے ہیں کما قال فی المیزان ذوالنون المصری الزاهد العارف روی عن مالک احادیث فیها نظر وقال السلمی لما مات اظلت الطیور جنازته۔ اب یہ بات معلوم کرنا چاہیے کہ اگر کوئی حدیث کسی کی عقل کے

مخالف ہو اور منقولات کے ساتھ اوس کی مطابقت نہ ہوسکے تو اوس سے
یہ لازم نہیں آتا کہ واقعی ہیں وہ حدیث مخالف ہے کیونکہ عقول کا باہمی تفاوت
اظہر من الشمس ہے۔ کوئی مسئلہ عقلی ایسا نہیں جسمیں حکما عقلا نے اختلاف کیا ہو
دیکھئے ابتدا میں تار برقی اور صنائع کی خبریں بہ نظر حیرت جھوٹ سمجھی جاتی تھیں
جب متواتر ہو کر مشاہدہ بھی ہوگیا تو وہ حیرت جاتی رہی الحاصل جس قدر تجربہ
اور قوت نظری بڑھتی جاتی ہے عقل کا دائرہ بھی وسیع ہوتا جاتا ہے اسی وجہ
سے ابتدائی زمانہ میں عقلاً جو جو چیزیں بظاہر محال معلوم ہوتے ہیں کمال عقل کے
بعد وہ ممکن سمجھی جاتی ہیں اور بہت سے امور خلافیہ میں تطبیق نمایاں ہوتی ہے
پھر جب حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے کسی کا سینہ کشادہ کردیتا ہے تو اوس کے
وہ استبعاد جو عقلا وارد ہوتے ہیں سب دفع ہوجاتے ہیں۔ قال اللہ تعالےٰ
أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ اگرچہ اس نور میں
تمامی اہل اسلام شریک ہیں مگر بحسب مراتب تفاوت بھی ثابت ہے۔
قال اللہ تعالی والذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا وقال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر من نور اللہ جس
شخص کی قوت نظری بہ نور اللہ منور ہو تو اوس کے نزدیک نہ حدیثوں میں
مخالفت عقلی ہے نہ اون کی تطبیق میں تردد بلکہ ہر ایک کے لئے ایک محل
خاص ہے۔ ہر سخن جائے و ہر نکتہ مقامے دارد۔ ان حضرات کو کوئی ایک حدیث

کسی حدیث کا مخالف عقل و نقل ہونا موضوعیت کیلئے قطعی قرینہ نہیں ہو سکتا

چھوڑ دینے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اون احادیث سے تائید ملتی ہے۔ غرض کسی حدیث کا مخالف عقل و نقل ہونا موضوعیت کے لئے قطعی قرینہ نہیں ہو سکتا۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث موضوع کی جو پہچان بتلائی کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور دل میں نفرت پیدا ہوتی ہے تو یہ بھی کوئی قطعی قرینہ نہیں ہو سکتا۔ بھلا اس حدیث کو دیکھئے جو بخاری میں موجود ہے۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قال من عادیٰ لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب وما تقرب الیّ عبدی بشئی احب الیّ مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا وان سالنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ وما ترددت عن شئی انا فاعلہ ترددی عن نفس المؤمن یکرہ الموت وانا اکرہ مسائتہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے جس نے ولی کے ساتھ عداوت رکھی تو اجازت دیتا ہوں میں اوس کو اس بات کی کہ میرے ساتھ جنگ کے لئے مستعد ہو جاوے اور کوئی بندہ ہرگز تقرب حاصل نہیں کر سکتا ایسی ایک چیز کے ساتھ جو دوست تر ہو مجھ کو اوس بات سے جو

فرض کیا میں نے اوس پر (یعنے اللہ تعالیٰ کے پاس تمام اسباب تقرب سے
زیادہ محبوب اور مرغوب ادائے فرائض ہے) اور ہمیشہ میرا بندہ بسبب نوافل کے
مجھسے قریب ہوجاتا ہے اس لئے میں اوسکو دوست رکھتا ہوں اور جب
میں اوس کو دوست رکھتا ہوں تو ہوجاتا ہوں اوس کی سماعت جس سے
وہ سنتا ہے۔ اور بصارت جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہوجاتا ہوں اوسکے
ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور پانوں جس سے وہ چلتا پھرتا ہے اگر وہ مجھسے
کوئی چیز دعا سے طلب کرتا ہے تو دیتا ہوں اوس کو اور اگر پناہ مانگتا ہے
وہ مجھسے تو ضرور پناہ دیتا ہوں۔ میری سطوت اور بے انتہا قوت ایسی
نہیں جو کسی کام کرنے میں مجھے تردد ہو مگر مجھے تردد اوس مخلص مومن بندہ
کی قبض روح کے وقت ہوتا ہے جب کہ وہ موت کو مکروہ جانکر مرنا نہیں چاہتا
اور مجھے اوس کی رنجیدگی منظور نہیں ہوتی) یعنے مومن کامل الایمان جب موت
کو مکروہ سمجھتا ہے تو حق تعالیٰ کو بھی اوس کی قبض روح میں تردد ہوتا ہے۔ آپ
دیکھئے کہ خدائے تعالیٰ کا کسی بندہ کے ہاتھ پانوں ہوجانا اور قبض روح کے
وقت تردد کرنا کیسی حیرت انگیز بات ہے۔ اگر روایت بخاری سے قطع نظر
کی جاکر اس حدیث کے مضمون کو دیکھا جاوے تو (کیا رونگٹے نہ کھڑے ہونگے)
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر خدائے تعالیٰ رحمت نازل کرے جو بلحاظ قرینہ اس
حدیث کو اپنی صحیح میں درج کردیا۔ ورنہ یہی حدیث اگر کسی ولی کی صدق زبان

الہام ترجمان سے کہی جاتی تو وہ غالباً کافر یا مشرک بنایا جاتا۔ فتح الباری میں
ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذہبی کا قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث نہایت
غریب ہے اگر جامع صحیح کی ہیبت نہ ہوتی تو محدثین اوس کو خالد بن مخلد کے
منکرات سے ضرور شمار کرتے۔ امور مذکورہ گو قطعیت وضع کے مفید ہیں۔
مگر فی الجملہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ قرائن وضع ہو سکیں برخلاف اوس کے
کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ راوی کے نام میں دھوکا ہو جانے سے حدیث
موضوع سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کو
موضوعات میں داخل کر دیا اور علت یہ قائم کی کہ اوس کی اسناد میں سدی ہے
جو ایک شخص کذاب تھا۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تعقبات میں لکھا ہے
کہ شاید ابن جوزی نے سدی کو محمد بن مروان صغیر سمجھا ہے۔ حالانکہ یہ وہ نہیں
وہ سدی اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن کبیر ہیں جن کے روایتیں مسلم میں موجود ہیں۔
کما قال قلت ظن ابن الجوزی ان السدی الذی فی اسنادہ
محمد بن مروان الصغیر ولیس کذلک وانما ھو اسمعیل بن
عبدالرحمن الکبیر احد رجال مسلم اور کبھی کسی حدیث کا مطلب
برابر سمجھ میں نہ آنے سے اوس پر موضوعیت کا حکم لگایا جاتا ہے چنانچہ ابن جوزی
رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو موضوعات میں داخل کر دیا۔ حدیث بریدۃ
رضی اللہ عنہ عند راس المائۃ یبعث اللہ ریحا باردۃ طیبۃ

یقبض فیها روح کل مؤمن باطل یکذبه الوجود وفیه بشر بن المهاجر لا یحتج به یعنے سر صدی پر حق تعالیٰ ایک سرد ہوا پاک صاف بھیجے گا جس سے مسلمانوں کے ارواح قبض ہو جائیں گے۔ ابن جوزی نے معلوم کیا کہ پہلی صدی کے آخر میں یہ ہوا نہیں چلی اس لئے اس حدیث کو باطل کہہ دیا اور علت یہ قائم کی کہ اوس کے اسناد میں بشر بن المہاجر ہے جن پر احتجاج واعتماد نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ اونہیں بشر کی توثیق ابن معین ونسائی وغیرہما نے کی ہے۔ اور مسلم۔ ابوداؤد وغیرہ میں اون سے روایتیں موجود ہیں۔ اور اسی روایت کو حاکم نے مستدرک میں ذکر کرکے صحیح کہا ہے اب رہی یہ بات کہ (وہ ہوا نہیں چلی) اوس کا جواب یہ ہے کہ لفظ حدیث (جو راس مائۃ) بصیغہ نکرہ ہے جس کا یہ مطلب ہوا کہ کسی صدی میں یہ واقعہ ہوگا۔ اگر معرف باللام بھی ہو تو لام عہد ذہنی بن سکتا ہے۔ قال السیوطی فی التعلیقات ظن ابن الجوزی ان المراد راس المائۃ الاولی وانما لفظ الحدیث راس مائۃ بالتنکیر وبشر وثقہ ابن معین والنسائی وغیرہما واخرج لہ مسلم والاربعۃ وقال ابن عدی فیہ بعض الضعیف والحدیث اخرجہ الحاکم وصححہ واقرہ الذہبی ولہ شواہد اخرجہ الحاکم وصححہ۔ اور حدیث انا مدینۃ العلم وعلی بابہا کو بھی شاید اسی وجہ سے ابن جوزی نے

موضوعات میں شریک کرکے کہا کہ (جھوٹ ہے) حالانکہ ترمذی وحاکم وطبرانی نے کئی طریقوں سے اوس کو روایت کی ہیں اور ابن حجر نے اوسکو حسن کہا ہے کما قال السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فی التعقبات حدیث انا مدینۃ العلم وعلیّ بابہا اوردہ من حدیث علی وابن عباس وجابر قلت حدیث علیّ اخرجہ الترمذی والحاکم وحدیث ابن عباس اخرجہ الحاکم والطبرانی وحدیث جابر اخرجہ الحاکم وتعقب الحافظ ابوسعید العلائی علی ابن الجوزی فی ھذا الحدیث بفصلٍ طویلٍ ملخصہ ان قال ھذا الحدیث حکم ابن الجوزی وغیرہ لوضعہ وعندی فی ذلک نظر الی ان قال والحاصل انہ ینتھی الی درجۃ الحسن المحتج بہ فلا یکون ضعیفا فضلا ان یکون موضوعاً ورایت فیہ فتوی قدمت للحافظ ابن حجر فکلتب الیہا ھذا الحدیث اخرجہ الحاکم فی المستدرک وقال انہ صحیح وخالفہ ابن الجوزی فذکرہ فی الموضوعات وقال انہ کذب والصواب خلاف قولہما معاً وان الحدیث من قسم الحسن لا یرتقی الی الصحۃ ولا یحط الی الکذب وبیان ذلک یستدعی طولاً ولکن ھذا المعتمد اب یہ بات معلوم کرنا چاہئے کہ باوجود قرائن مذکورہ ہونیکے جب محدثین کسی حدیث کو موضوع کہتے ہیں تو اوس سے مطلب یہ ہے

کہ اسناد اوس کے موضوع ہیں۔ متن حدیث میں کلام نہیں اسی وجہ سے اگر
کوئی قرینہ وضع الفاظ یا معانی حدیث سے متعلق پایا جاتا ہے تو بھی بیانِ علت
کے وقت کسی راوی کی طرف اوس کی خرابی منسوب کر دیتے ہیں۔ غرض
باوجود حکم موضوعیت کے نفس حدیث اوس حکم سے خارج رہتی ہے چنانچہ
امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ قول بدیع میں لکھتے ہیں ثم لیعلم ان حکم الائمۃ
النقاد بالصحۃ وغیرھا انما ھو بحسب الظاھر فقد قال
ابن الصلاح مالفظہ بعد تعریف الصحیح من علومہ ومتی
قالوا ھذا حدیث صحیح فمعناہ اتصل سندہ مع سائر الاوصاف
المذکورۃ ولیس شرطہ ان یکون مقطوعا فی نفس الامر الی
ان قال وکذلک لو قالوا فی حدیث انہ غیر صحیح فلیس ذلک
قطعا بانہ کذب فی نفس الامر اذ قد یکون صدقا فی نفس الامر
وانما المراد انہ لم یصح اسنادہ علی الشرط المذکور یعنے ائمہ
نقاد حدیث جب کبھی حدیث پر کوئی حکم لگاتے ہیں خواہ وہ حکم صحت یا اور
کسی قسم کا ہو بحسب ظاہر ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے
کہ (ہذا حدیث صحیح) کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ سند اوس کی متصل ہے اور تمامی
صفات مذکورہ بھی اوسمیں موجود ہیں۔ نہ یہ کہ نفس الامر میں وہ قطعی ہے۔
اسی طرح جب غیر صحیح کہتے ہیں تو اوس سے یہ مراد نہیں کہ نفس الامر میں وہ حدیث

جھوٹ ہے بلکہ مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ سند اوس کی موافق شرط مذکور
کے نہیں ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نکت میں لکھے ہیں اما الاسناد
فھو کما قال قد صرح جماعۃ من الائمۃ بان اسناد کذا اصح
الاسانید واما الحدیث فلا یحفظ عن احد من الائمۃ الحدیث
انہ قال حدیث کذا اصح الاحادیث علی الاطلاق
اور ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے الجواہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی
المکرم میں لکھا ہے قال السبکی ومما یجب ان یبینہ لہ ان حکم
المحدثین بالانکار والاستغراب قد یکون بحسب تلک الطرق
فلا یلزم من ذلک رد متن الحدیث بخلاف اطلاق الفقہ
ان الحدیث موضوع فانہ حکم علی المتن من حیث الجملۃ
یعنے امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ محدثین جب کسی حدیث کو منکر وغیرہ
کہتے ہیں تو اوس سے یہ لازم نہیں آتا کہ متن حدیث قابل رد ہے بخلاف اسکے
جب فقہا کسی حدیث کو موضوع کہتے ہیں تو اوس سے یہ بات سمجھی جاتی ہے
کیونکہ محدثین کی بحث اسناد سے اور فقہا کی بحث متن حدیث سے متعلق ہے
غرض محدثین جس حدیث کو موضوع کہتے ہیں تو یہ کہنا بحسب قرائن ہوتا ہے
اور ابھی معلوم ہوا کہ جب کوئی قرینہ قطعی نہیں تو وہ حکم بھی قطعی نہ ہوگا جو
صرف اسناد سے متعلق ہے پھر متن حدیث موضوعیت سے کیسی متہم ہوسکتی ہے

جس صورت میں کہ متن حدیث میں صحت ۔ اور وضع کے احتمال دونوں باہم معارض ہوں تو دیکھا جائے کہ جس نے اوس حدیث کی تخریج کی ہے محدث ہے یا نہیں اگر محدثین کی تصریح سے مسلم ہوجائے کہ وہ محدث ہے تو یہ صحیح حدیث جو مسلم شریف میں ہے ضرور مان لیجائے گی عن سمرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حدث عنی بحدیث یریٰ انہ کذب فھو احد الکاذبین یعنے فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے روایت کی مجھ سے ایسی حدیث جو جھوٹی گمان کیجاتی ہے تو وہ شخص دو جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے (اسمیں ایک حدیث بنانیوالا اور دوسرا روایت کرنے والا) عمدۃ القاری شرح بخاری میں عینی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث من کذب علی فلیلج النار کی شرح میں لکھا ہے کہ اگر کسی حدیث کے موضوع ہونے کا گمان ہوا اور پھر اوس کو کوئی روایت کرے تو وہ راوی اس وعید میں داخل ہوگا اور دوزخ کا مستحق ہے کہ ا قال الثالث من روی حدیثا وعلم او ظن انہ موضوع فھو داخل فی ھذا الوعید اذا لم یبین حال رواتہ وضعفھم ویدل علیہ ایضاً قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من حدث بحدیث یری انہ کذب فھو احد الکاذبین ظفر الامانی فی شرح مختصر المرجانی میں مولانا محمد عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ولا یحل روایۃ الموضوع للعالم بحالہ ای من یعلم جزما

اوظناً کونہ موضوعاً فی ای معانی کان ای سواء کان فی الاحکام
اوفی الترغیب والترھیب اور غیر ذلک الا مقروناً ببیان
الوضع جب کوئی حدیث جس کو کسی نے موضوع کہا ہو اور اوس کو کوئی محدث
بغیر تصریح کردینے موضوعیت کے اپنی کتاب میں نقل کیا تو یقیناً یہ بات
سمجھی جائے گی کہ گو اوس کی اسناد میں کلام تھا مگر (متن حدیث اوس کے
پاس مسلم ہے) ورنہ بمصداق حدیث مذکورہ کے اوس محدث کا کاذب بلکہ
دو ذرجی ہونا لازم آتا ہے کما قال السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فی التعقبات
تحت حدیث ابی بکرہ فی النھی عن الحجامۃ یوم الثلثا والحدیث
اخرجہ ابوداؤد فی سننہ وسکت علیہ فھو عندہ صالح
اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ متن حدیث موضوع جسمیں وضع اور صحت دونوں
کا احتمال تھا اوس محدث نے روایت کرنے کی وجہ سے اوس متن کی صحت کو
ترجیح ہوجائے گی اور اسی ترجیح کا نام ظن ہے مگر چونکہ مدارج ظن کے متفاوت
ہیں اس لئے قوت اوس ظن کی ویسی نہ ہوگی جیسی حدیث بخاری سے ہوتی ہے
بااین ہمہ اصل ظن میں دونوں برابر ہیں اس لئے کہ حدیث بخاری بھی مفید
علم یقینی کی نہیں کیونکہ مفید علم یقینی صرف حدیث متواتر ہوتی ہے اور
حدیث مشہور جو احادیث بخاری سے کئی درجہ ارفع ہے وہ بھی مفید علم یقین کی
نہیں ہوسکتی نخبۃ الفکر میں ہے المتواتر وھو المفید للعلم الیقینی

غرض ظن صحت اوس حدیث ما نحن فیہ کا اوس محدث کے ظن پر متفرع ہوگا
جس نے اوس کی تخریج کی ہے اس کی وہ مثال ہے جس طرح ابوبکر صنعانی رحمۃ اللہ علیہ
نے محمد بن حمید کی روایت کو اس وجہ سے قبول کی کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
اور یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے اون سے روایت کوئی ہے۔ حالانکہ
یعقوب بن شیبہ نے کہا کہ محمد بن حمید کثیر المناکر تھے اور بہتوں نے اون کو
سارق الحدیث کہا۔ اور ابوزرعہ نے کہا کہ وہ کذاب ہے۔ اور کوسج اور
ابن حراش تو حلفاً کہتے تھے کہ وہ کذاب ہے۔ چنانچہ ذہبی نے میزان میں بعد
جرح کثیر کے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ صنعانی نے کہا (حدثنا محمد بن حمید)
ایک شخص نے اعتراضاً کہا کہ کیسے شخص سے آپ روایت کرتے ہو۔ جواب میں
کہا کہ میں اوس شخص سے روایت کرتا ہوں جس سے احمدؒ اور ابن معین نے
روایت کی ہے۔ غرض اوسی میزان میں صدہا جگہ اسکے نظائر موجود ہیں
پھر اگر کسی نے اوس ظن کی وجہ سے اوس حدیث پر عمل کیا تو یہ نہ کہا جائیگا
کہ اوس نے حدیث موضوع پر عمل کیا۔ کیونکہ جس متن حدیث پر اوس نے
عمل کیا تو وہ حدیث موضوع کہنے والے کے پاس بھی موضوع نہیں پھر روایت
کرنے والے کے پاس کس قدر معتبر ہوگی بالفرض اگر فی الواقع موضوع ہی ہو
اور بلا تحقیق حسن ظن سے تقلیداً اوس پر عمل کیا تو کیا ثواب نہ ہوگا اور وہ
عمل خالی جائے گا ہرگز نہیں بلکہ جس طرح صحیح حدیث پر عمل کرنے سے اوس کو

ثواب حاصل ہوتا اوسی طرح اوس حدیث پر عمل کرنے سے ثواب ملے گا۔
امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قول بدیع میں روایت کی ہے وقد روینا
فی جزء الحسن بن عرفۃ باسنادہ الی جابر عبد اللہ الانصاریؓ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بلغہ عن اللہ
عزّ وجل شیئٌ فیہ فضیلۃٌ فاخذ بہ ایمانا ورجاء ثوابہ
اعطاہ اللہ ذلک وان لم یکن کذلک اخرجہ ابو الشیخ
وابو یعلی والطبرانی ومحمد بن ہشام المستملی وھذا الحدیث
شواھد ایضًا من حدیث ابن عباس وابن عمر وابی ھریرۃ
وعن مشاھیر الصحابۃ رضی اللہ عنہم یعنے روایت ہے جابر
اور ابن عباس ابن عمر ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم سے کہ فرمائے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ عزوجل کی طرف سے جس کو کوئی فضیلت کی
بات پہونچی اور اوس نے بامید ثواب ایمان کے ساتھ اوسکو قبول کرکے
عمل کیا تو دیتا ہے حق تعالیٰ اوس کو وہ ثواب جس کے لئے وعدہ نہیں کیا تھا
ابو الشیخ۔ ابو یعلی۔ طبرانی وغیرہم نے اس کو روایت کی ہیں اسمیں کچھ شک نہیں
کہ جس نے حدیث موضوع ہی کے اسناد کو بحسن ظن قبول کرکے عمل کیا تو وہ
مستحق اوسی ثواب کا ہو جاتا ہے جو بوقت عمل اوس کے پیش نظر ہے۔ اور
ارشاد نبوی ہوتا ہے عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اذا حدثتم عنی بحدیث تعرفونه ولا تنکرونه قلته اولم اقله فصدقوا به فانی اقول ما یعرف ولا ینکر واذا حدثتم عنی بحدیث تنکرونه ولا تعرفونه فکذبوا به فانی لا اقول ما ینکر ولا یعرف رواه الحکیم الترمذی ذکره فی کنز العمال یعنے روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ فرمائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہنچے تم کو میری طرف سے کوئی ایسی بات جس کو تم پہچانتے ہو۔ خواہ میں کہا ہوں یا نہ کہا ہوں اور وہ بات قابل اعتراض یا انکار کے نہیں تو صدق دل سے قبول کر لو کیونکہ میری بات ایسی نہیں جس سے انکار کیا جائے وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حدثتم عنی بحدیث یوافق الحق فخذوا بہ حدثتہ اولم احدث بہ (عن) وقال منکر ولیس لہذا اللفظ لہ اسناد یصح کذا فی کنز العمال یعنے روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہونچائی جائے تم کو میری طرف سے کوئی بات جو موافق حق بات کے ہو تو اوس کو قبول کر لو خواہ میں کہا ہوں یا نہ کہا ہوں۔ وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حدثتم عنی بحدیث یوافق الحق فانا قلتہ کذا فی کنز العمال یعنے روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہونچائی جائے میری طرف سے کوئی بات
ہو مانند حق بات کے ہو تو سمجھو کہ اوسکو میں نے ہی کہا و عن ابی ھریرۃ رضی اللہ
عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حدث عنی
حدیثا ھو للہ عز وجل رضی فانا قلتہ وان لم اکن قلتہ کذا
فی کنز العمال یعنے روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمائے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے بیان کیا میری طرف سے وہ بات جسمیں اللہ تعالے
کی رضامندی ہو تو سمجھو کہ اوسکو میں نے ہی کہا اگرچہ نہ کہا ہوں عن ابن عباس
رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال علی
حسنا موافقا لکتاب اللہ وسنتی فانا قلتہ ومن قال علی کذبا مخالفا
لکتاب اللہ تعالی وسنتی فلیتبوأ مقعدہ من النار کذا فی کنز العمال
یعنے روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمائے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے جس نے منسوب کی میری طرف اچھی بات کو جو موافق قرآن اور میرے
طریقے کے ہو تو وہ میری کہی ہوئی ہے۔ عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم من حدث حدیثا کما سمع فان کان
برا وصدقا فلک ولہ وان کان کذبا فعلی من بدأ (حب) کنز العمال
یعنے روایت ہے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے جس نے بیان کیا حدیث کو جیسی کہ سنا ہے اگر وہ سچ ہے تو تجھکو اور اوس کو

ثواب ہے اگر وہ جھوٹ ہے تو اوس کا گناہ پہلے کہنے والے پر ہے عن البختری بن عبید عن ابیہ عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم من حدث عنی حدیثا هو لله عز وجل رضی فانا قلتہ وان لم اکن قلتہ قالوا یا رسول الله صلی الله علیہ وسلم ولم قال لانی بہ ارسلتُ کنز العمال روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے میری طرف سے ایسی حدیث بیان کی جسمیں اللہ تعالے کی رضامندی ہے تو سمجھو کہ میں نے کہا ہے وہ اگرچہ نہ کہا ہوں صحابہ نے عرض کیا یہ کس لئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ آپنے فرمایا کہ میں اوسی کے لئے بھیجا گیا ہوں ۔ اگرچہ ابن جوزی نے اس حدیث کی روایت میں کلام کیا ہے عن ابی هریرة رضی الله عنه اذا حدثتم عنی بحدیث یوافق الحق فخذوا بہ لیکن امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تعقبات میں لکھا ہے کہ اس باب میں کئی ایک حدیثیں وارد ہیں جن کو امام احمد نے مسند میں ابن ماجہ نے سنن میں بخاری نے تاریخ میں حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں ۔ بزاز نے کئی طریقوں سے بسند صحیح وغیرہ روایت کیں ہیں جن کی عبارت یہ ہے قلت اخرج احمد من وجه اٰخر عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه مرفوعًا ما جاءکم عنی من خیر قلته او لم اقله فانا اقوله وما اتاکم من شر فانی لا اقول الشر و اخرج ابن ماجه من وجه

ثالث بلفظ لا اعرفن ما يحدث احدكم عنى الحديث وهو منكئ
على اريكته فيقول اقرأ قرانا ما قيل من قول حسن فانا قلته
ورجاله ثقات سوى سعيد المقرى - واخرج البخارى فى تاريخه
من وجه اخر عن سعيد المقرى مرسلا بلفظ ما سمعتم عنى
من حديث تعرفونه فصدقوه قال البخارى ورواه يحيى بن
ادم عن ابى هريرة وهو وهم ليس فيه ابى هريرة - واخرجه
الحكيم الترمذى فى نوادر الاصول من وجه اخر عن المقرى
عن ابى هريرة رضى الله عنه بلفظ اذا حدثتم عنى بحديث
تعرفونه ولا تنكرونه قلته او لم اقله فصدقوا به فانى اقول
ما يعرف ولا ينكر واذا حدثتم عنى بحديث تنكرونه ولا
تعرفونه فكذبوا به فانى لا اقول ما ينكر ولا يعرف - واخرج
احمد والبزاز بسند على شرط الصحيح عن ابى حميد او ابى أسيد
مرفوعاً اذا سمعتم الحديث عنى تعرفه قلوبكم وتلين له
اشعاركم وابشاركم وترون انه منكم قريب فانا اولاكم به
واذا سمعتم الحديث عنى تنكره قلوبكم وتنفر اشعاركم
وابشاركم وترون انه منكم بعيد فانا ابعدكم منه
واخرجه البخارى فى تاريخه بلفظ اذا جاءكم الحديث عنى

تلین به قلوبکم فانا اسُتکر به - ثم اخرج من طریق عباس بن سہل عن ابی قال اذا بلغکم عن النبی صلی اللہ علیه وسلم لا یجرف یلین الجلد فقد یقول النبی صلی اللہ علیه وسلم الخیر ولا یقول الا الخیر وقال ھذا اصح واشبه جب اتنے احادیث سے یہ بات ثابت ہوگئی - محدثین اہل سنت نے جتنے حدیثیں فضائل اعمال کی بلا تصریح کرنے موضوعیت کے اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں اور اون احادیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جانب منسوب کر کے اون کو قبول کرنے کے لئے ارشاد فرمایا جس پر عمل کرنے سے ضرور توقع ثواب جو اون میں مذکور ہے - اگرچہ وہ حدیثیں موضوع بھی ہوں لیکن صدق دلی اور پاک اعتقادی سے عمل کر کے ثواب حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں کیا ضرور ہے ناحق اونمیں احتمالات پیدا کریں جس سے ظن ثواب جاتا رہے اور رہا شک پڑ جائے تو جس کے ثواب سے محرومی نصیب ہو - اگر محدثین نے بحث کر کے اسناد کو موضوع ٹھیرایا اور اوس کو اپنا فرض منصبی سمجھا تو ہم لوگوں کو ضرور نہیں جو بے سمجھی سے بیموقع بے معنی اونکی اتباع کر کے (متن حدیث) کو موضوع کہنے لگیں جس سے سوائے حرمان ثواب کے اور کیا حاصل ہوگا - برخلاف اس کے اگر اعتقاداً اوس حدیث کے روایت کرنے والوں کی تقلید کر کے اوس کو موضوع نہ سمجھیں اور اوس پر عمل کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ

ضرور اوس ثواب کے مستحق ہوجائیں گے جس کا اوسمیں وعدہ ہے۔ اب ایک ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب دونو صورتوں میں تقلید ہی ہے تو وہ تقلید کیوں نہ اختیار کریں جس سے کچھ فائدہ ہو مگر دولت حسن ظن ایسی نہیں ہے جو ہر کس و ناکس کے ہاتھ آئے اور بدظنی سے ہر کسی کو مدارج و مراتب علیا حاصل ہوں۔ غرض فضائل اعمال میں جو احادیث وارد ہیں اون کی عملی توسیع کھلے ہمت سے بڑھانا اور دائرہ حسن ظن کو وسیع کرنا چاہئے۔ چنانچہ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح المغیث میں لکھا ہے حکی النووی فی عدۃ من تصانیفہ اجماع المحدثین وغیرھم علی العمل بہ ای بالحدیث الضعیف فی الفضائل ونحوھا۔

یہ بات متحقق ہے کہ (احادیث احکام و عقائد) میں کمال احتیاط ہونا چاہئے اس لئے کہ فضائل میں نسخ اور تعارض نہیں۔ اسمیں فوائد یہ ہیں کہ کسی اچھے فعل کا کرنا خواہ قسم عبادت یا حسن اخلاق وغیرہ سے ہو عامل کو مقصود اور مطلوب ہوتا ہے۔ اگر اوس عبادت میں ثواب کا وعدہ ہے تو اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم وسیع ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ اگر کوئی اوس فعل یا عبادت کو کرکے امیدوار فضل کا ہونا چاہے تو یہاں حق تعالیٰ کے لفظ (کُن) سے ہزارہا عالم بن گئے اوس کے وسیع رحمت سے اس بیچارہ کی نیت صدق پر ثواب ملنا کچھ غیر ممکن نہیں۔ اگر عمل نہ کرکے بیجا ایراد پیدا نکالیں

اور تحقیق کریں کہ وہ وعدہ کس کے ذریعہ سے پہنچا تھا۔ اور پہنچانے والا معتبر تھا یا نہیں۔ سوا حرماں کے اور کیا ہو سکتا ہے بخلاف احکام کے۔ کہ اوسمیں بسبب مصلحت شرع نسخ اور تغیر و تبدل ہوتے رہے۔ مثلاً شراب کسی امت میں حلال رہی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ابتدا میں حکم تھا کہ بحالت سُکر نماز نہ پڑھیں پھر اوسی شراب کو ممانعت اور حرمت ہوگئی اور ہمیشہ کے لئے ہی آخری حرمتی حکم جاری رہا علی ہذا القیاس اور احکام میں بھی آخری حکم کا اعتبار ہوتا ہے کما ہو مسلم عند الفقہأ والمحدثین ہو الموفق المعین وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

خاتمۃ الطبع

یہ نسخہ متبرکہ عالیجناب فضیلت مآب حقیقت آگاہ معرفت دستگاہ حاوی فروع و اصول جامع منقول و معقول حضرت مولانا محمد انوار اللہ صاحب المخاطب بہ نواب فضیلت جنگ مرحوم و مغفور سابق معین المہام امور مذہبی نے بزمانہ قیام مدینہ طیبہ تالیف فرمایا اور بہ ملاحظہ ہادی مراحل تحقیق و کاشف رموز تدقیق جامع شریعت و طریقت منبع حقیقت و معرفت مہبط انوار معارف لدنیہ کاشف اسرار علوم دینیہ رہنمائے سالکین مقتدائے ناسکین مولانا و مرشدنا حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قبلہ طاب ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ گذرا نا حضرت ممدوح کا بعد ملاحظہ ارشاد ہوا کہ یہ نسخہ طبع کیا جائے جس سے عام فائدہ حاصل ہوا متثالاً للامر الشریف

اوسی زمانہ میں بہ مطبع ہاشمی واقع میرٹھ جناب ڈپٹی حاجی محمد عبدالرحیم صاحب نے بہ تعداد کثیر طبع فرمایا تھا جو سابق ہی میں صرف ہوگئے۔ اور حضرت مولنا ممدوح کی خدمت میں طبع ثانی کی غرض سے دست رغبت طالبین دراز ہوتا رہا لہذا مولنا صاحب جعل اللہ الجنہ مثواہ نے بصرف نظر ثانی اس کی تصحیح اور مطالب ضروریہ کی توفیر بہ رفع اغلاط نسخہ مطبوعہ سابقہ فرمائی۔ اور بعدہ یہ نسخہ طبع کرر سے مزین ہونے کو ہی تھا کہ حضرت ممدوح بہ جوار رحمت حق واصل ہوئے۔ ناگزیر چندے طبع ثانی سے ملتوی رہا در ینولا عالیجناب فضیلت مآب عالم ربانی عارف حقانی مولنا حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی صدر نشین انجمن اشاعۃ العلوم نے اس کے طبع کی منظوری فرمائی جو بلحاظ افادۂ عام بار ثانی

(قالب طبع سے مزین ہوا)